کل ہند انعامی مسابقہ برائے حفظ حدیث

الأحاديث المختارة مع شروحها المختصرة

(100 أحاديث)

جمع و ترتیب

قسم التأليف والترجمة

جامعة الإمام الألباني

جمعية الهدى التعليمية والخيرية

ہدی نگر، بوڑھیان، ملگنا بھیٹا، کرندیگھی، اتر دیناجپور، مغربی بنگال، ہند

تاریخ مسابقہ

08-07-2023/ بروز سنیچر

حرفِ اول

ہر دور اور زمانہ میں مسابقہ اور کمپٹیشن کی اہمیت و افادیت مسلم رہی ہے۔زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی وکامرانی کے اہم اسباب میں سے ایک سبب خیر کی نیت سے باہمی تنافس وتقابل ہے، جس کے تحت انسان ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے منزل مقصود کو پہنچتا ہے، بنابریں دینی تعلیم جو کہ حصول جنت کا سبب ہے، اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرنا زیادہ اولی و افضل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وفي ذلك فليتنافس المتنافسون" اور اگر مسابقہ علمی متون یانصوص کتاب وسنت کا ہو تو اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ متون چونکہ اصلِ فن پر مبنی ہوتے ہیں، حفظِ متون کے ذریعے علوم وفنون کی اساس مضبوط ہوتی ہے۔علمائے کرام متون میں فن سے متعلق منظوم یامنثور انداز میں اپنی علمی زندگی کا نچوڑ اور خلاصہ بیان کرتے ہیں، ہر فن کی کُتب شرح و بسط کے ساتھ پڑھنا ممکن نہیں ہوتا، اگر ان کے مَتَن پڑھ کر انہیں یاد کر لیا جائے تو بہت سے فنون کو حاصل کیا جاسکتا ہے کہ عربی کا مقولہ ہے: "مَنْ حَفِظَ الْمُتُوْن فَقَدْ حَازَ الْفُنُوْن" یعنی جس نے متون کو حفظ کیا اس نے کئی فنون پر دسترس حاصل کرلیا اور کہا گیا "من لم يتقن الأصول حرم الوصول" جس نے اصول یعنی علم کی بنیادوں کو ازبر نہیں کیا منزل مقصود کو پہونچنے سے محروم رہ گیا، چنانچہ حفظِ متون سے دورانِ تدریس،استنباط مسائل میں مدد ملتی ہے، تقریر و تحریر کو اس کے ذریعہ پُرمغز اور مضبوط تر بنائی جاسکتی ہے۔

بعینہٖ مقالہ نویسی اور تحریر وکتابت کی ہمیشہ سے بڑی اہمیت رہی ہے، ابتدائے آفرینش سے تاریخ پارینہ کے نقوشِ تاباں، عبرت وموعظت کے داستان، تاریخ ساز علمی ستاروں کی کاوشیں اور انبیاء وصلحاء امت کے جھود، صفحۂ قرطاس میں اَنمِٹ نقوش کے مانند محفوظ رہنا اسی تحریری صلاحیت کی مرہون منت ہے۔

تحریر وحفظ متون کی اسی اہمیت کے پیش نظر جامعۃ الامام الالبانی کی جانب سے بڑے پیمانے پر پورے ہندوستان کی اسلامی وعصری اداروں میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کے مابین حفظِ حدیث وحفظِ قرآن کے ساتھ مقالہ نویسی کا مسابقہ رکھا گیا ہے جس میں بطور انعام لاکھوں روپیے کا اعلان ہے۔ چنانچہ بقول مشہور شاعر دشینت کمار

میرے سینے میں نہیں تو تیرے سینے میں سہی
ہو کہیں بھی آگ لیکن آگ جلنی چاہئے

کے تحت گزارش ہے کہ اس مسابقہ میں زیادہ سے زیادہ طلبہ و طالبات کی شرکت کے لیے علمائے کرام اور دوسرے اخوان "تعاونوا على البر والتقوى" کا مصداق بنیں۔

جزاكم الله خيرا و أحسن الجزاء

اپیل کنندہ: مسابقہ کمیٹی

جامعۃ الامام الالبانی کا مختصر تعارف

سرزمین ہند کے خطۂ مشرق و شمال میں واقع صوبہ مغربی بنگال سے ضلالت وگمراہی کی تاریکی مٹانے اور حق وصداقت کی قندیلیں روشن کرنے کے لیے قوم کا ہونہار، روشن خیال، متحرک وفعال اور عالی ہمت جاں نثار فضیلۃ الشیخ ابو اریب مطیع الرحمٰن شیث محمد المدنی حفظہ اللہ ورعاہ نے **جامعة الإمام الألباني** کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو آج الحمد للہ تعلیم وتعلم، صحافت وخطابت ،تصنیف وتالیف ،ناداروں اور یتیموں کی کفالت اور رفاہی خدمات سے لے کر دعوت و تبلیغ اور اصلاح وسدھار کے ہر میدان میں اپنی ایک پہچان رکھتا ہے۔

جامعہ ہذا کے متعدد شعبہ جات ہیں ان میں سے چند کا تعارف آپ قارئین کے پیش خدمت ہے۔

- كلية خديجة الشرعية للبنات

سنِ تاسیس: 2009

تعلیمی مرحلہ: مرحلۂ ابتدائیہ تا مرحلۂ فضیلت(فراغت)

طالبات کی تعداد: 650

- كلية الشريعة للبنين

سنِ تاسیس: 2016

تعلیمی مرحلہ: مرحلۂ ابتدائیہ تا مرحلۂ فضیلت اول (سنن ابوداؤد وسنن نسائی)

طلبہ کی تعداد: 250

- مركز زيد بن ثابت لتحفيظ القرآن

سنِ تاسیس: 2023

تعلیمی مرحلہ: ناظرہ قرآن تا حفظ قرآن

آئندہ سیشن کے لیے داخلہ جاری ہے۔

جامعہ ہذا کے شعبہ جات

- **شعبۂ تدریس**

جامعہ کا نصاب تعلیم خالص کتاب وسنت اور ان دونوں کے معاون علوم کی تدریس وتعلیم پر مشتمل سعودی منہج فکر سے ہم آہنگ ہے اور ہندوستان کے معیاری سلفی ادارے کے نصاب تعلیم سے تلخیص شدہ ہے۔ با صلاحیت و تجربہ کار معلّمین و معلمات کی زیر نگرانی طلبہ و طالبات علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔

- **شعبۂ خطابت**

اس شعبہ کے تحت تقریری صلاحیت پیدا کرنے کے لیے طلبہ وطالبات کے مابین ہفتہ واری انجمن، ماہانہ مختلف النوع ثقافتی پروگرام اور سالانہ خطابتی مسابقہ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

❖ **شعبۂ صحافت**

طلبہ وطالبات کو قلمی صلاحیت کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے شعبۂ صحافت کے زیر اہتمام ماہانہ مجلّہ حائطیہ بنام **صوت الألبانی** منظر عام لایا جاتا ہے۔اسی طرح طلبہ و طالبات کے علمی ثقافتی اور ادبی نقیب وپرچ سالانہ مجلّہ **الہدی** کے نام سے شائع کیا جاتا ہے

❖ **شعبۂ دعوت و تبلیغ**

جامعہ کے حساس شعبوں میں سے ایک انتہائی اھم شعبہ شعبۂ دعوت و تبلیغ ہے جس کے تحت دعاۃ ومبلغین کی ایک ٹیم ہمہ وقت سماج و معاشرے کی اصلاح کے لیے کوشاں رہتی ہے۔

شعبۂ تصنیف و تالیف

دعوت و تبلیغ کے مجال میں طاقتور ترین ہتھیار قلمی قوت ہے۔اس مہتم بالشان عمل کے لیے تصنیف و تالیفِ کتب کا شعبہ بر سرِ عمل ہے۔

❖ **مکتبہ ابن باز**

مکتبہ ابن باز کے نام سے کتب تفاسیر، احادیث و فقہ نیز مجلات وجرائد پر مشتمل مختلف فنون کے ہزاروں کتابوں سے مزین ایک شاندار مکتبہ کا قیام عمل میں آیا ہے جس سے طلبہ وطالبات، معلّمین و معلمات کے ساتھ ساتھ سیکڑوں لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

❖ **رفاہ عامہ**

اس شعبہ کے ذریعہ غریب ومسکین اور یتیم بچے و بچیوں کی تربیت وتعلیم ،خورد ونوش ،لباس ورہائش، علاج ومعالجہ اور بجلی وپانی فیس کی فراہمی پر توجہ صرف کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جامعۃ الامام الالبانی کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا، وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ، وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ** ". (رواه البخاري في كِتَاب الإِيمَانِ، بَابٌ: الدِّينُ يُسْرٌ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔ (نماز پنج وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو)۔

لغوی تشریح: الْغَدْوَة: اول النهار یعنی دن کا شروع حصہ، **الرَّوْحَة:** آخر النهار یعنی دن کا آخری حصہ، **الدُّلْجَة:** سیر آخر اللیل: یعنی رات کے آخری حصہ میں چلنا،

ایمان کا لغوی معنی: تصدیق کرنا، یقین کرنا۔

اصطلاحی تعریف: الإیمان تصدیق بالجنان، واقرار باللسان، وعمل بالأرکان، یزید بالطاعة و ینقص بالمعصیة . یعنی ایمان دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے، اطاعت سے بڑھتا ہے، اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔

تشریح: سورۃ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم (الحج: 78) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان مذہب ہے۔ اس کے اصولی اور فروعی احکام اور جس قدر اوامر و نواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ ایجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل بنالیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

فوائد و مسائل:

1- دین اسلام آسان ہے اور اس میں آسانی بھی ہے۔

2- دین میں آسانی کی اہمیت ہے۔

3- شریعت سیکھنے اور اس کے حصول میں سہولت فراہم کرنا۔

4- عملی فیصلوں میں سہولت پیدا کرنا۔

2. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ** ". **قِيلَ : أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ ؟ قَالَ : " يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ ؛ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ** "(رواه البخاري في كِتَاب الإِيمَانِ ، بَابُ كُفْرَانِ العَشِيرِ، وَكُفْرٍ دُونَ كُفْرٍ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا حضور کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔

اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

تشریح: امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کفر حقیقی ہے جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے۔ دوسرے بعض گناہوں کے ارتکاب پر بھی کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ مگر یہ کفر حقیقی سے کم ہے، اسے کفر حکمی یعنی غیر حقیقی کہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وفی هذاالحديث وعظ الرئيس المروس وتحريضه على الطاعة ومراجعة المتعلم العالم والتابع المتبوع فيماقاله إذا لم يظهر له معناه الخ یعنی اس حدیث کے تحت ضروری ہوا کہ:

1- سردار اپنے ماتحوں کو وعظ و نصیحت کرے اور نیکی کے لیے ان کو رغبت دلائے۔
2- شاگرد اگر استاد کی بات پورے طور پر نہ سمجھ پائے تو استاد سے دوبارہ دریافت کرلے۔
3- ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے۔
4- معاصی سے ایمان گھٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ معاصی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے مگر وہ کفر نہیں ہے جس کے ارتکاب سے دوزخ میں ہمیشہ رہنا لازم آتا ہے۔
5- عورتوں کا ایمان جیسے خاوند کی ناشکری سے گھٹ جاتا ہے، ویسے ہی ان کی شکر گزاری سے بڑھ بھی جاتا ہے۔
6- اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

3. عن عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَه عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا** ". (رواه البخاري في كِتَابِ العِلْمِ ،بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِي العِلْمِ وَالحِكْمَةِ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔

تشریح: شارحین حدیث لکھتے ہیں : اعلم أن المراد بالحسد هھنا الغبطة، فإن الحسد مذموم قد بين الشرع بأوضح بيان، وقد يجى الحسد بمعنى الغبطة وإن كان قليلا۔ یعنی حدیث میں حسد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے، کیونکہ حسد بہرحال مذموم صفت ہے۔ جس کی شرع نے کافی مذمت کی ہے۔ کبھی حسد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

4. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : **تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً**. (رواه البخاري في كِتَابِ الوُضُوءِ بَابُ الوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً)

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

لغوی تشریح: وُضو واؤ کے ضمہ کے ساتھ ہو تو مصدر ہے جس کا معنی وضو کرنا، اور اگر واؤ کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد وضو کا پانی ہے اور اگر واؤ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس برتن کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے۔

شرعی تعریف: نماز کے لئے جسم کے مخصوص اعضاء کو دھونا اور ملنا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ایک ایک بار اعضاء کو دھولیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ثواب نہیں ملتا جو تین تین دفعہ دھونے سے ملتا ہے۔

فوائد ومسائل:

1- وضو نماز کے لئے شرط ہے۔

2- وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔

5. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ **أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.** (رواه البخاري في كِتَابِ الْوُضُوءِ بَابٌ: الْوُضُوءُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ)

ترجمہ : سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔

تشریح: وضو میں ہر عضو کو دو دو مرتبہ دھونا بھی سنت ہے جبکہ تین تین بار دھونا زیادہ افضل ہے۔ اور بعض اعضاء کو ایک، بعض کو دو اور بعض کو تین دفعہ وضو کرتے وقت دھو سکتے ہیں۔

6. أَنَّ حُمْرَانَ – مَوْلَى عُثْمَانَ – أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الْوُضُوءِ بَابٌ: الْوُضُوءُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا)

ترجمہ : یقینا حمران سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نے خبر دی کہ انھوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے (حمران سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انھیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے۔ تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

لغوی تشریح: تمضمض مضمضمة سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں پانی داخل کرکے اسے وہیں گردش کرائے، پھر باہر پھینک دے۔

استنشق استنشاق سے ماخوذ ہے۔ پانی کا ناک کے داخلی حصہ میں پہنچا کر بذریعہ سانس سے اوپر چڑھانا۔

استنشر: ناک سے واصل شدہ پانی کو باہر لگانا۔

المِرْفَق: بازو کی ہڈی یعنی کلائی کے جوڑ سے بازو کے اوپر والے حصے کا ہڈی کا جوڑ یعنی کہنی تک .

إلى الكعبين: ٹخنوں تک، پنڈلی اور پاؤں کے ملنے کی جگہ ابھری ہوئی ہڈیاں۔

تشریح: اس حدیث سے اعضاء وضو میں سے ہاتھ منہ اور پاؤں کا تین تین مرتبہ دھونا ثابت ہوتا ہے اور وضو میں کلی کرنا بھی ضروریات میں سے ہے۔ عبد اللہ بن زید کی روایت میں دو دو مرتبہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات میں ایک ایک مرتبہ دھونے کا ذکر بھی آیا ہے۔ محدثین و فقہاء نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اعضاء وضو کا تین تین بار دھونا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ ایک بار اور دو دو بار بھی دھو لیا کرتے تھے۔ تاکہ امت کے لیے آسانی ہو۔

فوائد و مسائل:

1۔ ہر عضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا واجب اور تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے، دو دو مرتبہ بھی دھو لیا جائے تو بھی کافی ہے۔ جبکہ بعض علماء اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ واجب تو صرف ایک مرتبہ دھونا ہے۔

7. عن مَيْمُونَة ، قَالَتْ : **صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا ، فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ، ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا**(رواه البخاري في كِتَابِ الغُسْلِ ،بَابُ المَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ فِي الجَنَابَةِ)

ترجمہ: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے بائیں پر گرایا۔ اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے مٹی سے ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر آپ کو رومال دیا گیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

لغوی تشریح: لفظ **غسل** اگر غین کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد نہانا ہے اور اگر غین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد دھونا ہے۔

شرعی تعریف: نیت کے ساتھ مکمل بدن پر پاک پانی بہانا غسل کہلاتا ہے۔ (بحوالہ فقہ الحدیث)

تشریح: معلوم ہوا کہ وضو اور غسل دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو کے بعد اعضاء کے پوچھنے کے بارے میں کوئی حدیث نہیں آئی۔ بلکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے کہ غسل کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومال واپس کر دیا۔ جسم مبارک کو اس سے نہیں پونچھا۔ کچھ لوگ مکروہ جانتے ہیں کچھ مستحب کہتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ پوچھنا اور نہ پوچھنا برابر ہے اور یہی راجح ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں چونکہ صحیح روایتیں دونوں سے متعلق خاموش ہیں۔

فوائد ومسائل:

1- غسل جنابت میں مکمل وضوء کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ہاتھ دھونا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، اور چہرہ دھونا اور سر پر پانی بہانا۔

2- غسل سے فارغ ہونے کے بعد دونوں پیر دھونا مستحب ہے۔

8. عن جابرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي : نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا ؛ فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً** ".(رواه البخاري في كِتَابَ التَّيَمُّمِ و مسلم في كِتَابِ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ باب جُعلت لي الأرض مسجدًا وطهورًا)

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لغوی تشریح: تیمّم کا لغوی معنی: ارادہ و قصد کرنا ہے۔

شرعی تعریف: مخصوص طریقے سے پاک مٹی کے ساتھ چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔ (فقہ الحدیث)

تشریح: ارشاد نبوی: "جعلت لی الأرض مسجدا وطهورا" سے باب کا تعلق ہے، قرآن مجید میں لفظ " صعيداً طيبا" (پاک مٹی) کہا گیا ہے لہٰذا تیمّم کے لیے پاک مٹی ہی ہونی چاہیئے جو لوگ اس میں اینٹ چونا وغیرہ سے بھی تیمّم جائز بتلاتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

فوائد ومسائل:

1- دوسرے انبیاء کرام پر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

2- گزشتہ امتوں پر امت محمدیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

9. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : **كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ.** (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّلَاةِ ،بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الحَرِّ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا۔

لغوی تشریح: صلاۃ کا معنی: دعا، نماز، تسبیح، اور رحمت کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: نماز ایسی معروف عبادت کا نام ہے جس میں قیام، رکوع و سجود ہوتے ہیں جسکی ابتداء تکبیر کے ساتھ اور انتہاء تسلیم کے ساتھ ہوتی ہے۔ البتہ صلاۃ جنازہ اس قاعدہ سے مستثنی ہے جس میں رکوع و سجود نہیں ہے۔

تشریح: اسلام میں آسانی اور سہولت ہے دقت و پریشانی کا لحاظ رکھنا حسب ضرورت جائز ہے جیساکہ صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا، گرمی کی وجہ سے پیشانی کے نیچے کپڑے رکھ کر سجدہ کر سکتے ہیں۔

10. عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الصَّلَاةِ ،بَابُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ المَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.ومسلم في كِتَابِ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ، وَكَرَاهَةِ الْجُلُوسِ قَبْلَ صَلَاتِهِمَا، وَأَنَّهَا مَشْرُوعَةٌ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ)

ترجمہ: سیدنا ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ اور مسلم شریف میں ہے (یہ حکم تمام اوقات میں مشروع ہے)

لغوی تشریح: تَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ: تحیۃ المسجد دو رکعت نماز ہے نمازی مسجد میں داخل ہوتے وقت ادا کرتا ہے۔

تشریح: مسجد میں آنے والا پہلے دو رکعت نفل پڑھے، پھر بیٹھے۔ چاہے کوئی بھی وقت ہو اور چاہے امام جمعہ کا خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن باز، ابن عثیمین رحمھم اللہ کے نزدیک تحیۃ المسجد تمام اوقات میں مشروع ہے، کیونکہ یہ ایک سببی نماز ہے، جب بھی آپ مسجد میں داخل ہوں تحیۃ المسجد ادا کریں۔

فوائد و مسائل: 1- مسجد میں داخل ہونے کے وقت دو رکعت نماز کی سنت کی تاکید ملتی ہے۔

2- یہ نماز مسجد میں داخل ہونے والے ہر شخص کے حق میں بالاجماع سنت ہے۔ (فتح الباری)

3- مسجد میں داخل ہوتے وقت فرض نماز کی اقامت ہو چکی ہو تو تحیۃ المسجد نہیں پڑھینگے۔

4- تحیۃ المسجد کی حکمت یہ ہے کہ اس سے مسجد کا احترام پیدا ہوتا ہے۔

11. عَن ابن عمر قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «**إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَقَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُهُمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ**»(رواه مسلم في كِتَابِ الصَّلَاةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ، وَالرُّكُوعِ، وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ، وَأَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ)

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو اپنے مونڈھوں تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اسی طرح رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور سجدوں کے درمیان میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: رفع الیدین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بندہ نماز شروع کرے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے، بایں طور پر کی انگلیاں کان کی لوتک رہے۔

فوائد و مسائل:

1۔اس حدیث سے رفع الیدین کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

2۔رفع الیدین کے مواضع بتائے گئے ہیں۔

3۔دوسجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں ہے۔

12. عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «**لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ**»(رواه مسلم في كِتَاب الصَّلَاةِ، بَابُ وُجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، وَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ، وَلَا أَمْكَنَهُ تَعَلُّمُهَا قَرَأَ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے"۔

تشریح: یہ روایت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، نماز سری ہو یا جہری، فرض ہو یا نفل۔

فوائد و مسائل:

1۔ہر نماز میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

2۔بغیر سورہ فاتحہ کے (کوئی بھی فرض نماز، نفل، سری، جہری، منفرد، امام، کے پیچھے حتی کہ صلاۃ جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ ضروری ہے) نماز نہیں ہوتی ہے۔

3۔سورہ فاتحہ کو فاتحہ الکتاب کہا جاتا ہے۔

13. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ : **أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ،**

وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ. (رواه البخاري في كِتَاب العِلْمِ، بَابٌ: مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ؟ و كِتَاب الصَّلَاةِ، بَابُ سُتْرَةُ الإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) گدھی پر سوار ہو کر چلا اس زمانے میں، بلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے دیوار (کی آڑ) نہ تھی، تو میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا اور گدھی کو چھوڑ دیا۔ وہ چرنے لگی، جبکہ میں صف میں شامل ہو گیا (مگر) کسی نے مجھے اس بات پر ٹوکا نہیں۔

لغوی تشریح: سترہ کا لغوی معنی اوٹ یا پردہ ہے۔

اصطلاحی تعریف: سترہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے آڑ بنا کر کوئی شخص نماز ادا کرے، مثلا: لکڑی، نیزہ، درخت، سواری، دیوار، ستون وغیرہ۔ (سترہ احکام و مسائل)

تشریح: یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کم عمر لڑکے کی روایت صحیح ہے چونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت تک لڑکے ہی تھے مگر آپ کی روایت کو مانا گیا ہے۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس حدیث سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت و منقبت معلوم ہوئی۔

2۔ صفوں کے بعض حصے کو عبور کر کے نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے کیونکہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔

3۔ نمازی کے آگے سے اگر گدھی یا گدھا نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

14. عن أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " **إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّلَاةِ، بَابٌ: يَرُدُّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. ومسلم في كِتَابِ الصَّلَاةِ، بَابُ مَنْعِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي)

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: "جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گزرے تو اس سے روک دینا چاہیے۔ اگر اب بھی اس سے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے"۔

تشریح: نمازی کے آگے سے گزرنا سخت ترین گناہ ہے۔ اگر گزرنے والا قصداً یہ حرکت کر رہا ہے تو وہ یقیناً شیطان ہے۔ جو اللہ تعالی اور بندے کے درمیان حائل ہو رہا ہے ایسے گزرنے والے کو حتی الامکان روکنا چاہیے حتی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح ضرورت ہو تو اسے دھکا دے کر بھی باز رکھا جا سکتا ہے، بعض لوگ ارشاد نبوی ﷺ: "**فليقاتله**" کو مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل:

1۔ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت ترین گناہ ہے۔

2۔ اگر کوئی قصداً گزر جائے تو وہ شیطان کی طرح ہے۔

3۔ اس سے سترہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

4۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سترہ سنت مؤکدہ ہے۔

15. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " **أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ ؟ " قَالُوا : لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا. قَالَ : " فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا** ".(رواه البخاري في كِتَابِ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ، بَابٌ: الصَّلَوَاتُ الخَمْسُ كَفَّارَةٌ. ومسلم في كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ ،بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ تُمْحَى بِهِ الْخَطَايَا، وَتُرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتُ. واللفظ للبخاري)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بھلا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر پانی کی نہر بہتی ہو، اور وہ ہر روز پانچ بار اس میں نہاتا ہے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل وکچیل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ نے کہا کہ نہیں باقی رہے گا اس کے میل سے کچھ بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالی ان کی وجہ سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے پانچوں نمازوں کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی ہے اور یہ چیز بھی واضح ہوتی ہے کہ پانچوں نمازیں بنو آدم کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ لیکن اس سے صرف گناہ صغیرہ مراد ہے، جیساکہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے " الصلوات الخمس مكفرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر "

فوائد ومسائل:

1۔ اس حدیث سے راوی حدیث حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوئی ہے۔

2۔ اگر کوئی مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا گناہ مٹ جائے تو اسے چاہیے کہ پانچوں نمازوں کی ادائیگی ضرور کرے۔

3۔ پنجگانہ نماز کی ادائیگی سے صرف گناہ صغیرہ مٹتا ہے۔

16. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ **أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ**. (رواه البخاري في أَبْوَاب العِيدَيْنِ، بَابُ الصَّلاَةِ قَبْلَ العِيدِ وَبَعْدَهَا. ومسلم في كِتَاب صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، بَابُ تَرْكِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا فِي الْمُصَلَّى. واللفظ للبخاري)

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن نکلے اور (عیدگاہ) میں دو رکعت نماز عید پڑھی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس سے پہلے نفل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

تشریح: علامہ شوکانی رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث اور اس بارے میں دیگر احادیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز کے پہلے اور بعد نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ یہی مسلک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے اور بقول ابنِ قدامہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور بہت سے اکابر صحابہ وتابعین کا بھی ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں: "اپنے زمانہ کے علماء میں، میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ سلف امت میں سے کوئی بھی عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز پڑھتا ہو۔ ہاں عید کی نماز پڑھ کر اور واپس گھر آکر گھر میں دو رکعت نفل نماز پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں "عن النبی ﷺ أنه كان لا يصلی قبل العيد شيئا فاذا رجع إلى منزله صلى ركعتين" رواه ابن ماجه وأحمد بمعناه۔ اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بتلایا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تحسین کی ہے۔

فوائد ومسائل:

1۔ عیدگاہ میں صرف نماز عید اور خطبہ نیز دعا کرنے کی مسنونیت ثابت ہوئی ہے نفل نماز کی کوئی گنجائش نہیں۔

2۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی بطور دلیل ہے کہ عیدگاہ میں دوگانہ پڑھی جائے۔

3۔ نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہیں۔

17. عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا **أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ.** (رواه البخاري في أَبْوَاب الوِتْرِ بَابُ مَا جَاءَ فِي الوِتْرِ، و كتاب التهجد، بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھتے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی۔ مراد ان کی رات کی نماز تھی۔ آپ کا سجدہ ان رکعتوں میں اتنا لمبا ہوتا تھا کہ سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص بھی پچاس آیتیں پڑھ سکتا اور فجر کی نماز فرض سے پہلے آپ سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے بعد (ذرا دیر) داہنے پہلو پر لیٹے رہتے یہاں تک کہ مؤذن بلانے کے لیے آپ کے پاس آتا۔

تشریح: یہ روایت وتر کی نماز گیارہ رکعتیں انتہا ہیں اس پر دال ہے۔ وتر کی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو تیرہ رکعتیں مذکور ہیں تو اس کی رو سے انتہا وتر کی تیرہ رکعت قرار دی ہیں۔ بعض نے کہا ان میں دو رکعتیں عشاء کی سنت تھیں تو وتر کی وہی گیارہ رکعتیں ہوئیں۔ غرض وتر کی ایک رکعت سے لے کر تین پانچ نو گیارہ رکعتوں تک منقول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان گیارہ رکعتوں میں آٹھ تہجد کی نمازیں تھیں اور تین وتر کی اور صحیح یہ ہے کہ تراویح، تہجد، وتر، صلاۃ اللیل سب ایک ہی ہیں۔

فوائد ومسائل:

1۔ صلاۃ تراویح مع وتر کی تعداد گیارہ رکعتیں ہیں۔

2۔ نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔

3۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد داہنے پہلو لیٹنا سنت نبوی ہے۔

18. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : **حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ : رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، كَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا** (رواه البخاري في كتاب التهجد ، بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ سے دس رکعت سنتیں یاد ہیں۔ دو رکعت سنت ظہر سے پہلے، دو رکعت سنت ظہر کے بعد، دو رکعت سنت مغرب کے بعد اپنے گھر میں، دو رکعت سنت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت سنت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔

تشریح: یہ روایت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعداد دس رکعتیں ہیں جبکہ ایک دوسری روایت میں اس کی تعداد بارہ رکعت بتلائی ہیں۔

فوائد ومسائل:

1۔ اس حدیث سے سنت مؤکدہ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

2۔ سنت مؤکدہ کے مواضع بالترتیب معلوم ہوئے۔

3۔ مذکورہ سنتوں کو گھر میں ادا کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

19. عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ : **أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ.** (رواه البخاري في كِتَاب الأَذَانِ، بَاب: الأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور سوا "قد قامت الصلوۃ" کے تکبیر کے کلمات ایک ایک دفعہ کہیں۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دہرایا جائے، جبکہ بعض روایات میں پندرہ کلمات وارد ہوئے ہیں جیساکہ عوام میں اذان کا مروجہ طریقہ معروف ہے، بعض روایات میں انیس کلمات آئے ہیں اور یہ اس بناپر کہ اذان ترجیع کے ساتھ دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے ہر دو کلموں کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ کہا جائے پھر ان ہی کو دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں پندرہ کلمات والی اذان مراد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ثابت ہوا۔

2۔ کلمات اذان دو دو مرتبہ ہونے کا جواز معلوم ہوا۔

3۔ اقامت کے کلمات کا ایک ایک مرتبہ ثابت ہے۔

20. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ** ". (رواه البخاري في كِتَاب الأَذَانِ ، بَابُ وُجُوبِ صَلاَةِ الجَمَاعَةِ و كِتَاب الأَحْكَامِ ،بَابُ إِخْرَاجِ الخُصُومِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ مِنَ البُيُوتِ بَعْدَ المَعْرِفَةِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لیے کہوں، اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کا فریضہ انجام دے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلادوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں"۔

تشریح: اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تارکین جماعت کے لیے ان کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علما نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث ان لوگوں کے لیے حجت ہے جو نماز باجماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔ جبکہ بعض علماء اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی وہ منافق لوگ تھے، جیساکہ حافظ ابن حجر کا اشارہ بھی اسی جانب ہے.

بہر حال جمہور علماء نے نماز باجماعت کو سنت قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز باجماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت بتلائی گئی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ادا ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ میں جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس حدیث سے نماز باجماعت کی اہمیت وفضیلت معلوم ہو رہی ہے۔

2۔ الفاظ حدیث سے صاف واضح ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔

3۔ حاکم وقت یا امام وقت کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو باجماعت نماز کے لیے بلائے۔

21. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ **أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا : الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.** (رواه البخاري في كِتَابِ الأَذَانِ ، بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ)

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیٹتے نہ کپڑے کو (وہ سات اعضا یہ ہیں) پیشانی (مع ناک) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

تشریح: اس حدیث میں سات اعضا پر سجدہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے جیساکہ ترجمہ میں ذکر کیا گیا ہے اصل میں پیشانی ہی زمین پر رکھنا سجدہ کرنا ہے اور ناک بھی پیشانی میں داخل ہے۔ اس لیے ناک اور پیشانی ہر دو کا زمین سے لگانا واجب ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ موڑ رکھنا۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس حدیث سے سجدہ کی اہمیت وافادیت کا پتہ چلا۔

2۔ سات اعضا پر سجدہ کرنا واجب ہونا معلوم ہوا۔

3۔ سات اعضا کے اسماء معلوم ہوئے۔

4۔ پیشانی میں ناک بھی شامل ہے اس کا علم ہوا۔

22. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَيْهِ " يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ " ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ. ثُمَّ تَلَا : لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ. الْآيَةَ** ".(رواه البخاري في كِتَاب الزَّكَاةِ بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: " جسے اللہ تعالی نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں " اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی "اور وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالی نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مال ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ وہ برا ہے جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا ہے۔ قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا"۔

لغوی تشریح: شجاعا أقرع: زہریلے گنجے سانپ، زبيبتان: اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطہ، لهزمتيه: جبڑے۔

تشریح: یہ روایت اور آیت کریمہ ان مال داروں کے حق میں ہے یا نازل ہوئی جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ ادا نہ کرتے بلکہ دولت کو زمین میں بطور خزانہ گاڑتے تھے۔ آج بھی اس کا حکم یہی ہے جو مالدار مسلمان زکوۃ ہضم کر جائیں تو ان کا یہی حشر ہوگا۔ آج سونا چاندی کی جگہ کرنسی نے لے لی ہے جو چاندی اور سونے ہی کے حکم میں داخل ہے۔ اب یہ کہا جائے گا کہ جو لوگ نوٹوں کی گڈیاں بنا بنا کر رکھتے اور زکوۃ نہیں ادا کرتے ان کے وہی نوٹ ان کے لیے دوزخ کا سانپ بن کر ان کے گلوں کا ہار بنائے جائیں گے۔

فوائد ومسائل:

1۔ صاحب نصاب پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

2۔ اس سے پتہ چلا کہ زکوۃ نہ ادا کرنے کا عذاب یقینی ہے۔

3۔ معلوم یہ ہوا کہ مال ودولت سے حد درجہ محبت بخل کی علامت ہے۔

23. عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : " **الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ** ". (رواه البخاري في كِتَاب الزَّكَاةِ، بَابُ لاَ صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى)

ترجمہ: سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے انہیں دو جو تمہارے بال بچے اور عزیز ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جو تکمیل ضرورت کے بعد ہو اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اس سے اللہ تعالی بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے، اسے اللہ تعالی بے نیاز ہی بنا دیتا ہے"۔

تشریح: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مسلمان مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب دولت بن کر اور دولت میں سے اپنے عزیز واقربا جملہ متعلقین اگر وہ مستحق ہیں تو صدقہ وخیرات اور زکوۃ میں سب سے پہلے ان ہی کا حق ہے اس لیے ایسے صدقہ کرنے والوں کو دوگنے ثواب کی بشارت دی گئی ہے اس طور پر اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر کا ہاتھ رہے گا اور تازیست نیچے والا نہ بنے یعنی دینے والا بن کر رہے نہ کہ لینے والا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا۔ حدیث میں اس کی بھی ترغیب ہے کہ احتیاج کے باوجود بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا چاہیے بلکہ صبر واستقلال سے کام لے کر اپنے توکل علی اللہ اور خودداری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوت بازو پر گزارہ کرنا چاہیے۔

فوائد ومسائل:

1۔ اپنے صدقہ وخیرات اور زکوۃ کا زیادہ مستحق قریبی رشتے دار ہیں، کیونکہ اس میں صدقہ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی بھی ہے۔

2۔ خرچ کرنے والا شخص بخیل سے بہتر ہے۔

3۔ ہمیشہ انسان کو چاہیے کہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے بلکہ خودداری کا ثبوت پیش کرے۔

24. عن أَبي سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ : **كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ.** (رواه البخاري في كِتَاب الزَّكَاةِ ، بَابٌ: صَدَقَةُ الفِطْرِ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ. و مسلم في كِتَاب الزَّكَاةِ، بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ)

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فطرہ کی زکوۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

لغوی تشریح: صاع: وزن کرنے کی پیائش، ایک صاع: تقریبا ڈھائی کیلو گرام ہوتا ہے۔

تشریح: طعام سے مراد اکثر لوگوں کے نزدیک گیہوں ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ جو کے سوا دوسرے اناج اور اہلحدیث، شافعیہ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ اگر صدقہ فطر میں گیہوں دے تو بھی ایک صاع دینا کافی ہوگا۔

ابن خزیمہ اور حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ میں تو وہی صدقہ دوں گا جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں دیا کرتا تھا۔ یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع گیہوں یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو۔ ایک شخص نے کہا یا دو مد نصف صاع گیہوں، انہوں نے کہا نہیں یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے۔

فوائد ومسائل:

1۔ یہ کہ صدقہ فطر میں اناج دینا سب سے زیادہ افضل ہے۔

2۔اس سے یہ پتہ چلا کہ صدقہ فطر میں کیا کیا دیا جاسکتا ہے۔

3۔اس حدیث سے صاع کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

4۔زکاۃالفطر صرف مسلمانوں پر واجب ہے۔

25. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : **وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ، وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا.** (رواه البخاري في كِتَابِ الحَجِّ ، بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّأْمِ و مسلم في كِتَابِ الْحَجِّ بَابُ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ)

ترجمہ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا۔ شام والوں کے لئے جحفہ نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم۔ یہ میقات ان ملک والوں کے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

لغوی تشریح: حج کا لغوی معنی: قصد کرنا، ارادہ کرنا۔

اصلاحی تعریف: خاص طریقے سے خاص وقت میں خاص شرائط کے ساتھ بیت اللہ کا ارادہ کرنے کو حج کہتے ہیں۔

تشریح : جو حضرات عمرہ کے لئے تنعیم جانا ضروری گردانتے ہیں یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔

فوائد و مسائل:

1.اس حدیث سے مواضع میقات کی معرفت ہوئی۔

2۔حج و عمرہ کے لیے متعینہ میقات میں احرام باندھنا بھی سنت نبوی ہے۔

26. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ** ". (رواه البخاري في أَبْوَابِ العُمْرَةِ ، بَابٌ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ العَذَابِ و كِتَابُ الأَطْعِمَةِ، بَابُ ذِكْرِ الطَّعَامِ. و مسلم في كِتَابِ الْإِمَارَةِ، بَابُ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ إِلَى أَهْلِهِ بَعْدَ قَضَاءِ شُغْلِهِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، وہ تم میں سے ایک مسافر کو سونے، کھانے اور پینے سے روک دیتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص وہ کام سرانجام دے چکے جو اس کے پیشِ نظر تھا تو وہ جلد اپنے گھر آئے"

تشریح: ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب کو لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ گھر میں رہنا جہاد سے افضل ہے.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا اس پر اعتراض ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہو کہ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھر واپس ہونے کے لیے جلدی کرے۔ گھر والوں سے زیادہ دن تک غیر حاضر ہو کر رہنا اچھا نہیں۔

27. عَنْ عَلْقَمَةَ ، قَالَ : بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :" **مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ؛ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ، بَابٌ: الصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ العُزْبَةَ و كِتَابُ النِّكَاحِ ، بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ البَاءَةَ فَلْيَصُمْ. ومسلم في كِتَابِ النِّكَاحِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ إِلَيْهِ، وَوَجَدَ مُؤَنَهُ، وَاشْتِغَالِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الْمُؤَنِ بِالصَّوْمِ، واللفظ للبخاري)

ترجمہ: سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی صاحب طاقت والا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیوں کہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئے کیوں کہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔

لغوی تشریح: صوم کا لغوی معنی: رکنے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل مباشرت سے رک جانے کا نام روزہ ہے۔

الباءة: جماع کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد اسباب وضرویات جماع ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سے جماع اور نکاح کی ضروریات دونوں کی استطاعت وقدرت مراد لی جاسکتی ہے۔

الوجاء: شہوت کو کچلنے والا مراد ہے۔

تشریح: نکاح کے حکم کے سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔امام شوکانی رحمہ اللہ نے نکاح کو عام حالات میں سنت مؤکدہ کہا ہے۔لیکن اگر اپنے نفس کو گناہ سے بچانا صرف نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہو تو پھر انہوں نے واجب کہا ہے، مختصراہر انسان کے لحاظ سے شرکت کے پانچوں احکام میں سے کوئی حکم لاگو ہوگا۔

28. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ بَابٌ: لاَ يَتَقَدَّمُ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلاَ يَوْمَيْنِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔

تشریح: کوئی ہر ماہ میں پیر یا جمعرات کا یا کسی اور دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آگیا تو وہ یہ روزہ رکھ لے، نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت اس لیے بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لیے طاقت قائم رہے اور کمزوری لاحق نہ ہو۔ الغرض ہر ہر قدم پر شریعت کے امر و نہی کو سامنے رکھنا یہی دین اور یہی عبادت اور یہی اسلام ہے اور یہی ایمان، ہر ہر جگہ اپنی عقل کا دخل ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

فوائد و مسائل: 1- پیر و جمعرات کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

2- ماہ شعبان میں زیادہ سے زیادہ روزہ رکھنا سنت ہے۔

29. أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : **كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.** (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ ،بَابٌ: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ. ومسلم في كتابِ الْفَضَائِلِ، بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ، واللفظ للبخاري)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملتے، جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے، جب حضرت جبریل آپ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: 1- سخی کی صفت سے متصف ہونا اچھے انسانوں کی علامت ہے۔

2- ایک دوسرے کی بھلائی کرنا سخاوت کی پہچان ہے۔

30. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ، بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ، وَالعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ اور دغا بازی نہ چھوڑنے والا انسان روزہ کی توہین کرتا ہے اس لیے اللہ کے یہاں اس کے روزے کا کوئی وزن نہیں۔

قال البيضاوي رحمه الله: ليس المقصود من شرعية الصوم نفس الجوع و العطش بل ما يتبعه من كسر الشهوات و تطريح النفس الأمارة للنفس المطمئنة فاذا لم يحصل ذلک لا ينظر الله إليه نظر القبول (فتح)
یعنی روزہ سے محض بھوک و پیاس مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ شہوات نفسانی کو ترک کیا جائے، نفس امارہ کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ نفس مطمئنہ کے پیچھے لگ سکے۔ اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو اللہ پاک اس روزہ پر نظرِ قبول نہیں فرمائے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

31. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ** ". **فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا ؟ قَالَ : " نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ** ". (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ بَابٌ: الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہوگا اسے " باب ریان " سے بلایا جائے گا اور جو زکوۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

تشریح: اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعلیٰ درجہ کا جنتی قرار دیا ہے۔ تف ہے ان لوگوں پر جو اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ہداہم اللہ آمین۔

32. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : **كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ؟ فَقَالَتْ : مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ ؟ قَالَ : " يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي** (رواه البخاري في كِتَابِ الصَّوْمِ بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ)

ترجمہ: سیدنا ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تراویح یا تہجد کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کے حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کے بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یا رسول اللہ! کیا اپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

لغوی تشریح: تراویح ترویحة کی جمع ہے جو راحة سے مشتق ہے جیسے تسلیمة سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے نفل نماز پڑھنے کو تراویح کہا گیا، اس لیے کہ وہ شروع میں ہر دو رکعت کے درمیان تھوڑا سا آرام کیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے نماز تراویح سے موسوم کیا گیا۔

تشریح: علامہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں دو باب قائم کئے ہیں۔ ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو مستحب گردانتے ہیں۔ اور ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو اچھا نہیں جانتے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں اس بارے میں پہلے اس نماز کی فضیلت سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے ساتھ حضرت ابن شہاب کی تشریح لائے جس میں اس نماز کا باجماعت ادا کیا جانا اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام مذکور ہے۔ پھر حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے یہ ثابت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس نماز کو تین راتوں تک باجماعت ادا فرما کر اس امت کے لیے مسنون قرار دیا۔ اس کے بعد اس کی تعداد کے بارے میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعتوں کی تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں یہی نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے، اور اس میں آٹھ رکعت سنت اور تین وتر۔ اس طرح کل گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ ایسی قطعی وضاحت ہے جس کی کوئی بھی تاویل یا تردید نہیں کی جاسکتی، اسی کی بنا پر جماعت اہل حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعات سنت تسلیم کی گئی ہیں۔

مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وأما النبی ﷺ فصح عنه ثمان رکعات واماعشرون رکعة فهو عنه بسند ضعیف وعلی ضعفه اتفاق۔ (العرف الشذی) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی آٹھ ہی رکعات صحیح سند سے ثابت ہیں۔ بیس رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

مولانا زکریا کاندھلوی حنفی لکھتے ہیں: لاشک فی ان تحدید التراویح فی عشرین رکعة لم یثبت مرفوعاً عن النبی ﷺ بطریق صحیح علی اصول المحدثین وماورد فیه من روایة ابن عباس فمتکلم فیها علی اصولهم انتهی۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی تحدید تعیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصول محدثین کے طریق پر ثابت نہیں ہے۔ اور جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعات کے متعلق مروی ہے وہ باصول محدثین مجروح اور ضعیف ہے۔

33. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "**مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ**". (رواه البخاري في كِتَاب الْبُيُوعِ بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح: نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی، مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں اور عمر میں برکت عطا کرے گا۔ اس لیے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔

34. عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: **نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ**. (رواه البخاري كِتَاب الْبُيُوعِ فِي بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا)

ترجمہ: سیدنا عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی کو (گودنا لگوانے سے) سود لینے والے اور سود دینے والے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

تشریح: اکثر علماء کے نزدیک کتے کی بیع درست نہیں ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے اور اگر کوئی کسی کا کتا مار ڈالے تو اس پر تاوان لازم کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی رو سے کتے کی بیع مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ پچھنا لگانے کی اجرت کے بارے میں ممانعت تنزیہی ہے کیوں کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو مزدوری دی، اگر حرام

ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ دیتے۔ گدوانا، گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

35. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، **أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.** (رواه البخاري في كِتَاب الْبُيُوعِ بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

لغوی تشریح: صلاحها سے مراد پھلوں کی سرخی اور زردی ہے۔

تشریح: امام قسطلانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہر چیز میں اس کے پکنے کی صلاحیت کے ظہور سے مراد ہے کہ اس میں وہ صفت پیدا ہو جائے جو غالب طور پر مطلوب ہوتی ہے۔

36. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ، وَهُوَ بِمَكَّةَ : " **إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ ". فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ ؛ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ. فَقَالَ : " لَا، هُوَ حَرَامٌ ". ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ : " قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ ؛ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ ".** (رواه البخاري في كِتَاب الْبُيُوعِ بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالأَصْنَامِ. و مسلم في كِتَاب الْمُسَاقَاةِ، بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ)

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فتح مکہ کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

تشریح: مردار کی چربی، اکثر علماء نے اس کے متعلق یہ بتلایا ہے کہ اس کا بیچنا حرام ہے اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگانا اور چراغ جلانا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں سوائے اس کے جس کی صراحت حدیث میں آ گئی ہے۔ یعنی چمڑا جب اسے دباغت دے دی جائے، اگر کوئی پاک چیز ناپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" إن الله و رسوله حرم بيع الخمر و الميتة و الخنزير و الأصنام" یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا

ہے اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله إذا حرم شيئا حرم ثمنه " بے شک اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے، یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لیے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لیے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس لیے اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے۔

یعنی جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے، اس مال سے نفع حاصل کرنا بدرجہ اولی حرام ہے ۔

37. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ** ".(رواه البخاري في كِتَاب الْمُزَارَعَةِ بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ. و مسلم في كِتَابِ الْمُسَاقَاةِ، بَابُ فَضْلِ الْغَرْسِ وَالزَّرْعِ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

تشریح: اس حدیث کا شان ورود امام مسلم نے یوں بیان کیا کہ "أن النبی ﷺ رای نخلا لأم مبشر إمراة من الانصار فقال من غرس هذا النخل مسلم أم كافر فقالوا: مسلم فقال: لا يغرس مسلم غرسا فيأكل منه إنسان أو طير أو دابة إلا كان له صدقة" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت ام مبشر نامی کا لگایا ہوا کھجور کا درخت دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے۔ حدیث انس روایت کردہ امام بخاری میں مزید وسعت کے ساتھ لفظ اویزرع زرعا بھی موجود ہے یعنی باغ لگائے یا کھیتی کرے۔ تو اس سے جو بھی آدمی، جانور، فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بطور صدقہ لکھا جاتا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں و فی الحديث فضل الغرس و الزرع و الحض على عمارة الأرض یعنی اس حدیث میں باغبانی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت مذکور ہے۔ فی الواقع کھیتی کی بڑی اہمیت ہے

38. عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ : " **اعْرِفْ عِفَاصَهَا ، وَوِكَاءَهَا ، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا** ". **قَالَ : فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قَالَ : " هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ** ". **قَالَ : فَضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ قَالَ : " مَا لَكَ وَلَهَا ؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا، وَحِذَاؤُهَا ، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا** ".(رواه البخاري في كِتَاب الْمُسَاقَاةِ، بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ و بَابُ كِتَاب فِي اللُّقَطَةِ، إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا و مسلم في كِتَاب اللُّقَطَةِ)

ترجمہ: سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقطہ (راستے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پا گئی ہو) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی اور اس کے بندھن کی خوب جانچ کر لو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آجائے (تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گمشدہ بکری؟

آپ نے فرمایا، وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیئے کی ہے۔ سائل نے پوچھااور گمشدہ اونٹ ؟آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب ؟اس کے ساتھ اسے سیر اب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا گھرہے، پانی پر بھی وہ جاسکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کامالک اس کو پا جائے۔

تشریح: لقطہ سے مراد ایسی گمشدہ چیز ہے جو راستے میں گری پڑی ملے۔

اہل علم نے لقطہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔لقطہ معمولی ۲۔لقطہ قیمتی

اگر لقطہ معمولی ہو گی تو اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ کھانے کے قابل ہو گی تو اسے اٹھا کر کھالینا چاہئے۔

۲۔ کھانے کے قابل نہیں ہو گی مثلاً قلم وغیرہ تو تین مرتبہ اعلان کرنے کے بعد اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اگر لقطہ قیمتی ہو تو پھر اٹھانے والے پر واجب ہے کہ وہ سال بھر اس کا اعلان کرے اگر پھر بھی اس کا مالک نہ ملے تو اسے استعمال میں لے آئے لیکن اگر بعد میں پھر کبھی اس کا مالک آجائے تو اسے وہ چیز یا اس کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔

39. أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** ".(رواه البخاري في كِتَاب الْمَظَالِمِ وَالغَصْبِ بَابٌ: لاَ يَظْلِمُ المُسْلِمُ المُسْلِمَ وَلاَ يُسْلِمُهُ. و مسلم في كِتَاب الْمُسَاقَاةِ، بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں خدمتِ خلق کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپسی معاملات میں خوش اسلوبی اختیار کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرے نیز ایک دوسرے کی مدد کرے۔

40. عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا** ". **قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا ؟ قَالَ : " تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ** ".(رواه البخاري في كِتَاب المَظَالِمِ وَالغَصْبِ ، بَابٌ: أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ روک لو (یہی اس کی مدد ہے)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنا ہر بھائی کا ایک اہم انسانی فریضہ ہے، جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ "عن سهل بن حنيف عن النبي ﷺ قال: من اذل عنده مؤمن فلم ينصره وهو يقدر على أن ينصره اذله الله على رؤوس الخلائق يوم القيامة" رواه أحمد

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے کسی مؤمن کو ذلیل کیا جارہا ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل کرے گا۔

41. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " **أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ المَرِيضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ المَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ القَسَمِ، وَرَدِّ السَّلاَمِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ، وَنَهَانَا عَنْ: آنِيَةِ الفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالقَسِّيِّ، وَالإِسْتَبْرَقِ** " (رواه البخاري في كِتَابِ الجَنَائِزِ، بَابُ الأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الجَنَائِزِ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا ہے، ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جنازہ کے ساتھ چلنے، مریض کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کرنے، سلام کا جواب دینے، چھینک پر "یرحمک اللہ" کہنے کا اور ہمیں منع کیا چاندی کا برتن استعمال کرنے، سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشم اور دیباج (کے کپڑے پہننے) قسی اور استبراق سے منع کیا ہے۔

لغوی تشریح: إبرار القسم: اگر کوئی شخص تم پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ اللہ کی قسم، تم فلاں کام ضرور کرو. تو تم اس کے اعتماد کو مجروح مت کرو اور اس کام کو کرکے اس کی قسم پوری کردو. بشرطیکہ وہ کام حرام نہ ہو، اس کا تعلق مباحات اور مکارم اخلاق سے ہو.

تشميت العاطش: چھینک مارنے والا جب "الحمد للہ" کہے تو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا.

قسي :وهي ثياب تنسج من حرير وكتان مختلطين (ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت ملا کر بنائے جاتے ہیں)۔

تشریح: ہر طرح کے ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے لیکن عورتوں کے لیے جائز ہے. آج کل بعض کپڑے ایسے بھی بن گئے ہیں جو کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تو بنے ہوئے نہیں ہوتے لیکن دیکھنے میں وہ ریشمی کپڑوں کی طرح ہوتے ہیں، ایسے مصنوعی کپڑے مردوں کے لیے حرام نہیں ہیں جیسے بوسکی اور سلکی قسم کے کپڑے ہیں. البتہ ان کی کچھ قسمیں اگر ایسی ہوں جنھیں صرف عورتیں ہی پہنتی ہوں اور انہی میں ان کا چلن ہو تو ایسے کپڑے یا رنگ عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے، مردوں کے لیے حرام ہونگے۔

ریشم کے کپڑوں پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے. اس لیے ریشم کے کپڑوں سے لحاف، گدے اور تکیے وغیرہ بنانا بھی صحیح نہیں ہے. کیونکہ انہیں مرد اور عورت دونوں ہی استعمال کرتے ہیں. بنابریں یہ رواج بھی قابل اصلاح ہے۔

خاص ضرورت کے وقت مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے جیسے خارش کی بیماری میں. اسی طرح کسی اور بیماری میں بھی اگر ضرورت ہو تو پہنا جاسکتا ہے. اسی طرح گرمی یا سردی کی شدت سے بچنے کے لیے کسی کے پاس سوائے ریشمی لباس کے اور کوئی کپڑا نہ ہو تو،اس کے لیے بھی اس کا جواز ہوگا۔

سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے کی ممانعت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں. البتہ کسی ٹوٹا ہوا برتن میں اگر چاندی کی تار لگا یا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

سونا اور ہر قسم کا ریشمی لباس صرف مردوں کے لیے حرام ہے، کیونکہ اسلام میں مردوں میں نسوانیت کو ناپسند قرار دیا گیا ہے. البتہ عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں جائز ہیں۔

42. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَحَدٍ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ، قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ المظَالِمِ وَالغَصْبِ، بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کسی نے دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس سے آج ہی معاف کرالے پہلے اس سے کہ وہ دن آئے جس میں درہم و دینار نہیں ہوں گے، پھر اگر ظالم کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کی مقدار اس سے لے لیا جائے گا۔ اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے۔

تشریح: "مظلمة" ہر اس ظلم کو کہتے ہیں جسے مظلوم از راہ صبر برداشت کرلے، کوئی جانی ظلم ہو یا مالی سب پر لفظ مظلمہ کا اطلاق ہوتا ہے، کوئی شخص کسی سے اس کا مال زبردستی چھین لے تو یہ بھی مظلمہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ ظالموں کو اپنے مظالم کی فکر دنیا ہی کرلینی چاہئے۔ کہ وہ مظلوم سے معاف کرالیں، ان کا حق ادا کردیں ورنہ موت کے بعد ان سے پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا۔

فوائد ومسائل:

1- ثابت ہوا کہ ظلم بہت بڑا گناہ ہے۔

2- ظلم کا گناہ اسی وقت معاف ہوگا جب مظلوم معاف کردے ۔

3- ظلم کی معافی کے لیے بروز قیامت مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دی جائیں گی جب وہ ختم ہو جائیں گی تو اسکے گناہ ظالم کو دیا جائے گا۔

43. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ، كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ، بَابٌ: إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی، وہ منافق ہوگا۔ یا ان چار میں سے اگر ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے، اور جب جھگڑے تو بدزبانی پر اتر آئے۔

لغوی تشریح: نفاق کا لغوی معنیٰ: خیر کا اظہار کرنا اور برائی کو دل میں چھپانا۔

منافق: جو دل میں کفر کو چھپاتا ہو اور ایمان کو ظاہر کرتا ہو اس کو منافق کہتے ہیں۔

شرعاً نفاق دو طرح کے ہوتے ہیں: نفاق اکبر (نفاق اعتقادی) ظاہری طور پر ایمان کے چھ ارکان پر ایمان رکھتا ہو مگر باطنی طور پر سارے یا بعض ارکان کا منکر ہو۔ (نفاق کی یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھی)۔

نفاق اصغر (نفاق عملی) انسان ظاہری طور پر صالحیت کا مجسمہ ہو لیکن باطن اس کے برعکس ہو۔

تشریح: حدیث میں وارد خصلتیں اور علامتیں، نفاق کی دوسری قسم کو شامل ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفاق اصغر یا نفاق عملی کے مراتب ہیں۔

وعدہ خلافی دو طرح کی ہوتی ہے: ا۔ وعدہ کرتے وقت ہی پورا نہ کرنے کا عزم کرلے۔ (یہ سب سے بدتر قسم ہے جس پر امام اوزاعی کے بقول جھوٹ اور وعدہ خلافی کے دو گناہ لکھے جاتے ہیں۔

۲۔ وعدہ کرتے وقت نبھانے کا عزم تو ہو مگر نہ نبھائے۔ اور یہ قسم پہلی قسم کے مقابلے میں کمتر ہے یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے وعدہ پورا کرنے سے قاصر رہے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

فوائد و مسائل:

1- بلاعذر شرعی کے لڑائی کرنا برا عمل ہے۔

2- گالی گلوچ کرنا کا استعمال بے ایمانی کی علامت ہے۔

3- نفاق مذموم صفت ہے۔

44. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «**كُلُّ سُلاَمَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا، أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلاَةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ**» (رواه البخاري فِي كِتَابِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ مَنْ أَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهِ. و مسلم في كِتَابِ الزَّكَاةِ، بَابُ بَيَانِ أَنَّ اسْمَ الصَّدَقَةِ يَقَعُ عَلَى كُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْمَعْرُوفِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے، ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے. (ان صدقات کی نوعیت) دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر دینا (ان کے درمیان انصاف کے تقاضوں کے مطابق صلح کرا دینا) صدقہ ہے، کسی آدمی کی اس کی سواری کے معاملے میں، مدد کرنا کہ تو اس کو اس پر سوار کرادے، یا اس کے اوپر اس کا سامان رکھوادے، صدقہ ہے. اچھی بات کہنا صدقہ ہے، ہر وہ قدم جو نماز کے لیے اٹھائے، صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، صدقہ ہے۔

لغوی تشریح: جہاد کا لغوی معنی: خوب محنت و مشقت کرنا۔

اصطلاحی تعریف: بذل الجهود لإعلاء كلمة الله ، یعنی اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے پوری کوشش صرف کرنا۔

سلامی: اس کی جمع سلامیات آتی ہے، کہا گیا ہے کہ ہتھیلی، انگلیوں اور ٹانگوں کی تمام ہڈیوں کو سلامی کہتے ہیں. یہاں اس سے جسم کی تمام ہڈیاں اور جوڑ مراد ہیں جن کی تعداد (۳۶۰) ہے.

خطوة: خا پر زبر ہو تو اس کا معنی: ایک بار قدم رکھنا اور اگر خا پر پیش ہو اس سے دو قدموں کا درمیانی فاصلہ مراد ہوتا ہے.

إماطة الأذى: جو گزرنے والوں کو ایذا دیتی ہو, اسے راستہ سے ہٹا دینا تاکہ کوئی پریشانی نہ ہو۔

تشریح: اللہ تعالی نے انسانی ڈھانچہ لچک دار بنایا ہے, یعنی ان میں ایسے جوڑ لگائے ہیں, جن کی وجہ سے اس کے لیے ہر قسم کی حرکت ہو رہی ہے، اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اعضاء حرکت کرنے کے قابل نہ ہوتے، اگر ایسا ہوتا تو انہیں حسب منشاء استعمال کرنا ناممکن رہتا, اس اعتبار سے یہ جوڑ, اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ادائیگی شکر کی نہایت آسان کئی صورتیں بتلا دی ہیں جس کی کچھ تفصیل مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی ہے اور بعض روایات میں اس کے لیے طلوع شمس کے بعد دو رکعت پڑھ لینے کو کافی قرار دیا گیا ہے اور بعض میں کہا گیا ہے کہ اگر کچھ نہ ہو سکے تو لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنا بھی صدقہ ہے۔

فوائد و مسائل:

1- ہر نیکی صدقہ ہے اور اس کی نوعیت مختلف ہے۔

2- انسانی اعضاء کے جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ (360) ہیں۔

3-رب کے احسانات کا ہر حال میں شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

45. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، وَلَا تَنَاجَشُوا ، وَلَا يَزِيدَنَّ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلَى خِطْبَتِهِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَهَا** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الشُّرُوطِ، بَابُ مَا لاَ يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودہ نہ کرے، دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ، اور ہرگز اپنے بھائی کے سودے کی قیمت متعین ہو جانے کے بعد قیمت مت بڑھاؤ اور ہرگز اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام نہ دے اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا سوال و مطالبہ نہ کرے تاکہ اس کا حصہ بھی اسے مل جائے (یا خود اس سے نکاح کر لے)۔

لغوی تشریح: حاضر : شہر میں مقیم، بادي: دیہات میں رہنے والا.

نجش کا لغوی معنی: شکار کو بھگانا۔

نجش کا مفہوم: کسی چیز کو فروخت کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر اس کی تعریف کی جائے یا کسی چیز کی نیلامی کے وقت خود اسے خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھانے کے لیے زیادہ بولی لگانا تاکہ دوسرے کو وہ چیز مہنگی ملے۔

لیستکفی اناءھا کا ترجمہ: تاکہ اس کے برتن کو الٹ دے، یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اس کو طلاق دلوا کر خود اس کے خاوند سے نکاح کر لے یا سوتن ہونے کی صورت میں خاوند کی توجہ اور حسن معاشرت کا سارا حصہ اپنی طرف موڑ لے۔

تشریح: دیہاتی کی بے خبری سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی شخص درمیان میں دلال بن جائے شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ ہاں اگر مقصد نقصان پہنچانا نہ ہو تو پھر دلالی بھی جائز ہے۔ آج کل دلالی یا کمیشن (آڑھت) کی مختلف شکلیں رائج ہیں، جن میں بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث ہذا میں جن کاموں کی ممانعت کی گئی ہے وہ سب ایسے ہیں کہ جن سے آپس میں بغض وعداوت پیدا ہونے یا اس کے بڑھنے کا اندیشہ ہے، اس لیے اسلام نے ان تمام چیزوں سے روک دیا، کیونکہ وہ باہم الفت و محبت کا داعی اور علم بردار ہے۔

فوائد و مسائل:

1- بات چیت طے ہو جانے کے بعد پیغام نکاح پر پیغام نکاح دینا جائز نہیں چاہے مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے۔

2- دھوکہ دھڑی کی غرض سے قیمت میں اضافہ کرنا حرام ہے۔

3- کسی سامان کی قیمت طے ہو جانے کے بعد نئے سرے سے دوسرے خریدار یا فروخت کرنے والے سے بھاؤ تاؤ جائز نہیں خواہ یہ کام بائع کی جانب سے ہو یا مشتری کی جانب سے۔

4- نکاح میں حرام شرط لگانا جائز نہیں۔

46. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ الغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَابِ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الجَنَّةِ . و مسلم في كِتَابِ الْإِمَارَةِ، بَابُ فَضْلِ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا شام دنیا اور جو کچھ ان کے مابین ہیں سب سے بہتر ہے۔

لغوی تشریح: غدوة: غدا یغدو کا اسم مصدر ہے جس کا معنی : صبح کو چلنا۔

روحة: راح یروح کا اسم مصدر ہے جس کا معنی: شام کو چلنا، کبھی کبھار غدوۃ کا اطلاق ہوتا ہے طلوع فجر سے لے کر زوال تک کے اوقات پر اور روحۃ کا اطلاق ہوتا ہے زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کے اوقات پر۔

في سبيل الله: جب یہ لفظ مطلق طور پر بولا جائے تو اس سے مراد راہ جہاد ہی ہوتا ہے غالبا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حدیث "من صام یوما في سبیل الله جعل الله بینه وبین النار خندقا کما بین السماء والأرض" کو کتاب الصیام میں ذکر کے بجائے کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: جہاد فی سبیل اللہ افضل اعمال میں سے ایک ہے جس کے لیے دن اور رات کے اوقات میں سے مختصر سا وقت صرف کرنے کی نیکی اور فضیلت زمین وآسمان نیز دونوں کے مابین موجود خزانے سے بھی زیادہ قیمتی اور فضیلت کا حامل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کی ہر چیز فانی ہے، جب کہ آخرت کو بقا و دوام حاصل ہے، فنا ہو جانے والی چیز کا بھلا ان چیزوں سے کیا مقابلہ جو ہمیشہ رہنے والی ہیں؟

47. عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : **الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؟** قَالَ : " **مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا)

ترجمہ: سیدنا ابو موسی (عبد اللہ بن قیس) سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی (لاحق الباہلی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! ایک آدمی تو مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، اور ایک آدمی اس لیے لڑتا ہے تاکہ اس کا چرچہ ہو، اور ایک اس لیے لڑتا ہے تاکہ اس کا مقام پہچانا جائے پس ان میں کون اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہے؟ تو رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص اس لیے لڑتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، وہ شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔

لغوی تشریح: اعرابي: دیہات کا رہنے والا، بدو، جمع: أعراب۔

اور رہی بات "**عرب**" کی تو اس سے مراد سامی الأصل جزیرہ نمائے عرب کے باشندے یعنی حضرت اسماعیل کی اولاد, جمع: إعرب۔

مغنم: غنیمت کا مترادف ہے جمع مغانم آتی ہے اور غنیمة کی جمع آتی ہے غنائم, اس سے مراد وہ مال جو کفار سے لڑائی اور جنگ کے بعد حاصل ہوا ہو۔ میدان جنگ سے متعلق ایک اور قسم کے مال کا ذکر ملتا ہے جو کفار اور دشمنان اسلام سے بلاجنگ و محاذ آرائی کے حاصل ہوتا ہے اس کو مال فئی کہا جاتا ہے۔

فوائد ومسائل:

1- کسی دنیاوی غرض سے لڑنے والا مجاہد نہیں ہے، بلکہ مجاہد صرف وہ ہے جو محض اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے لڑتا ہے۔

48. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ :الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ ، بَابٌ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى القَتْلِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اخروی اجر کے اعتبار سے) شہید پانچ ہیں: طاعون سے مرنے والا, پیٹ درد سے مرنے والا, ڈوب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

لغوی تشریح: شهداء شهید کی جمع ہے یہ یا تو شهادة (گواہی) سے مشتق ہے اور شہید کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے جنت کی گواہی دی ہے. یا یہ شهود (حاضری) سے مشتق ہے, رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا یہ کہ خود معرکہ کارزار میں حاضر ہوتا اور جان کا نذرانہ بارگاہ الہی میں پیش کرتا ہے۔

مطعون: ایسا شخص جو طاعون کی بیماری سے فوت ہو جائے. اس بیماری میں آدمی کے گلے یا بغل میں گلٹی ہوتی ہے اور شدید بخار کے ساتھ دو دن میں آدمی ختم ہو جاتا ہے, اسی کو پلیگ بھی کہتے ہیں۔

مبطون: وہ شخص جس کو پیٹ کی کسی بیماری کی وجہ سے موت آئے۔ اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جس نے حلال کمائی پر اکتفا کرنے کی صورت میں اگر بھوک کی وجہ سے اپنی جان گنواں دے۔

صاحب الهدم: وہ شخص جو کسی عمارت یا چٹان کے گرنے سے اس کے نیچے دب کر مر جائے۔

غریق: غرق یغرق سے صفت مشبہ کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے جو مغروق کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے جریح بمعنی **مجروح**: قتیل بمعنی مقتول وغیرہ. یعنی وہ شخص جو ڈوب کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

تشریح: مقتول کے علاوہ تمام شہادتوں سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں وہ شہداء کی طرح نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دئے جائیں گے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

شہداء تین قسم کے ہوتے ہیں: ا۔ جو جہاد میں کفار کے ہاتھوں مارا جائے۔ یہی حقیقی شہید ہے جس کا حکم یہ ہے کہ نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

۲۔ جو دنیا میں شہید ہوئے مگر آخرت میں شہداء کے زمرے میں شمار نہیں کیا جائے گا، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مال غنیمت وغیرہ میں خیانت کی۔

۳۔ جو دنیا میں شہید ہیں مگر دنیا میں ان پر احکام شہداء جاری نہ ہوں گے، ایسے ہی شہداء کا ذکر اس حدیث میں ہے جن کو حکمی شہداء کہا جاتا ہے۔ اس روایت میں پانچ، ایک روایت میں سات اور بعض روایتوں میں کچھ اور لوگوں کو بھی شہید بتایا گیا ہے۔ تو ان روایتوں میں آپس میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ حصر مراد نہیں ہے اس کے علاوہ آپ کو جتنے کی جانکاری ملتی گئ آپ مزید بتاتے گئے۔

49. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي ؛ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ**(رواه البخاري في كتاب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا». ومسلم في كتابِ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ)

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا (دین کی راہ میں) خرچ کر ڈالے پھر بھی کسی صحابی کے ایک مد اور نہ ہی آدھا مد خرچ کرنے (کی نیکی) کے برابر ہو سکتا ہے۔

لغوی تشریح: اصحاب: صاحب کی جمع ہے جس کا معنی ساتھی دوست یہاں مراد: وہ خوش نصیب لوگ جن کی بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی اور ایمان ہی کی حالت میں ان کی وفات ہوئی اگرچہ درمیانی عرصے میں ارتداد واقع ہوئی ہو۔

سب وشتم میں فرق: سب: ناراضگی کے وقت ناپسندیدہ اور تکلیف دہ باتوں کے ذریعہ کسی کو ذلیل ورسوا کرنا مثلاً کسی کو عوام کے سامنے فاسد, چور جھوٹا وغیرہ کہنا جبکہ وہ حقیقت میں ویسا نہ ہو.

شتم: عوام الناس کے نزدیک کسی شخص کی حد درجہ مقبولیت اور اچھے اخلاق سے آراستگی کی جلن کی وجہ سے اس کو بری صفات اور رذیل افعال کے ساتھ بیان کرنا نیز اس پر ایسے عیوب چسپا کرنا جو اس کے اندر ہے ہی نہیں۔ درحقیقت شتم کا مقصد ہوتا ہے کسی شخص کی مقبولیت, شرافت, عزت وآبرو کو تار تار کرنا۔

نصیف اور نصف دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

مد: دونوں ہتھیلی کے بقدر وزن کو عام طور پر مد سے تعبیر کیا جاتا ہے. (متوسط آدمی کے چار لپ سے ایک صاع کا وزن بنتا ہے)۔

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت اسلامیہ کی سب سے افضل جماعت ہیں۔ ان کے بلند مرتبے کی برابری کوئی دوسری نسل نہیں کر سکتی. انہوں نے اللہ تعالی پھر ان کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لے آئے اور آپ سے کتاب وسنت کا بار گراں اپنے کندھے پر اٹھالیے اور اخلاص نیت کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنے جانوں کا نذرانہ پیش کیں یہاں تک کہ دعوت کا کام عام ہو گیا۔

أصحابی: اس میں دو باتوں کا احتمال ہے: 1. اگر آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب فرمایا تو اس سے مراد متأخرین صحابہ کرام ہیں یعنی سابقین اولین اور متأخرین دونوں قسم کے صحابہ کرام مقام اور مرتبے میں برابر نہیں ہو سکتے.

2. اگر آپ نے صحابہ کرام کے بعد آنے والی نسل کو مخاطب کیا تو اس کا معنی اس طرح ہو گا کہ اے میرے صحابہ کرام تم لوگ اپنے بعد آنے والے تک یہ بات پہنچا دینا کہ تم میں اور ہم میں نیکی اور فضیلت حاصل کرنے کے معاملے میں وہی نسبت اور فرق ہے جو احد پہاڑ کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی کنکری۔

50. أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " **أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ، فَرَاجَعْتُهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ، وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ فَضَائِلِ القُرْآنِ، بَابُ أُنْزِلَ القُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھے (وحی کی ابتدائی دور میں) عرب کے ایک ہی محاورے اور طرز کلام پر قرآن پڑھایا (سختی اور پریشانی اندازہ کرتے ہوئے) میں جبریل سے مراجعہ کرتا اور ان سے مزید محاورے اور طرز کلام پر قرآن پڑھانے کا مطالبہ کرتا رہا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام (میرے درخواست و مطالبہ کے مطابق اللہ تعالی کے حکم سے) انہیں بڑھاتے گئے یہاں تک کہ سات لہجے, طریقے اور محاورے تک جا پہنچے۔

تشریح: "**سبعة أحرف**" سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلافی اقوال موجود ہیں جن میں سے قریب ترین اقوال درج ذیل ہیں:

۱. سات الگ الگ طریقے اور صورتیں جو معنی یکساں ہیں۔

۲. عربوں کی زبانوں میں سے سات لہجے۔

۳. سات قراءت جو الگ الگ ملکوں میں رائج ہیں۔

فوائد ومسائل:

1- رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے سب سے بڑا محسن اور خیر خواہ ہیں۔

2- امی اوران پڑھ ہونا شان رسالت کے منافی نہیں۔

3-سات طریقے پر تلاوت قرآن کی گنجائش، اس کی عظمت اور ہمہ گیری کی واضح دلیل ہے۔

51. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، **أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ، وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا.** (رواه البخاري في كِتَابِ فَضَائِلِ القُرْآنِ، بَابُ فَضْلِ المُعَوِّذَاتِ)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اپنے جسم اطہر پر دم کرتے (اس طرح کہ ہوا کے ساتھ کچھ تھوک بھی نکلتا) پھر جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے برکت کی امید میں آپ کے جسد مبارک پھیرتی تھی۔

لغوی تشریح: معوذات: سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس کو ایک ساتھ معوذات کہا جاتا ہے جبکہ سورہ اخلاص کے علاوہ باقی دو سورہ (ناس وفلق) کو **معوذتین** کہا جاتا ہے۔

تشریح: دم پڑھنے کے لیے سورہ اخلاص، فلق اور سورۃ الناس کی تاثیر فی الواقع اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ تعجب ہے ان احمق نام نہاد عالموں پر جو بناوٹی و مہمل لفظوں میں چھومنتر کرتے اور قرآنی اکسیر (نہایت مفید) سورتوں سے منہ موڑتے ہیں۔

فوائد ومسائل:

1-انبیاء کرام کی بیماری ان کی نبوت کے منافی نہیں۔

2-خود یا دوسروں کے ذریعہ معوذات پڑھ کر دم کرنے یا کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

3-صالح لوگوں کی دعاؤں سے ان کی زندگی کے ایام میں برکت حاصل کرنے کا جواز ملتا ہے۔

4-عورتیں قرآنی آیات پڑھ کر دم کر سکتی ہیں۔

6-قرآن بیمار کے لیے شفاء ہے۔

52. عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَرِيحُهَا طَيِّبٌ، وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَلَا رِيحَ لَهَا** ".(رواه البخاري في كِتَابِ فَضَائِلِ القُرْآنِ، بَابُ فَضْلِ القُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الكَلَامِ. و مسلم في كِتَابِ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا ، بَابُ فَضِيلَةِ حَافِظِ الْقُرْآنِ)

ترجمہ: سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مؤمن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے، ترنجبین (نارنگی) کی سی ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور اس کا مزہ بھی اچھا ہے۔ اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کھجور کی سی ہے جس کے اندر کوئی خوشبو نہیں لیکن اس کا مزہ میٹھا ہے۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، خوشبودار پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور اس کا مزہ تلخ ہے. اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، اندرائن (یا تمہ) کی طرح ہے جس میں خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔

لغوی تشریح: الحنظلة: اندرائن, اندرائن کا درخت جس کا پھل نارنگی جیسا مگر اندر سے انتہائی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

مشبہ. ۱۔ قرآن پڑھنے والا مؤمن ۲۔ قرآن نہ پڑھنے والا مؤمن ۳۔ قرآن پڑھنے والا فاجر ۴۔ قرآن نہ پڑھنے والا فاجر۔

مشبہ بہ: ۱۔ الأترجة (نارنگی, بڑا لیموں) ۲۔ **التمرة** (خشک کھجور, چھارا) ۳۔ **الريحانة** (خوشبودار پھول یا پودا) ۴۔ **الحنظلة** (اندرائن, یا تمہ)۔

تشریح: قرآن کا حافظ اور اس پر عمل کرنے والا مؤمن تو خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل کی طرح عند اللہ بھی مقبول اور لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے۔ اور جو مؤمن حافظ قرآن نہیں ہے تاہم قرآن کا عامل ہے وہ اللہ کے ہاں اور لوگوں کی نظروں میں یہ بھی اچھا ہے۔ اور قرآن پڑھنے والا منافق کا ظاہر اچھا ہے لیکن باطن گندہ اور تاریک ہے۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا, اس کا ظاہر و باطن دونوں ناپاک ہے۔

فوائد و مسائل:

1-مثال کے ذریعے کوئی بھی مشکل چیز بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

2-حافظ قرآن اور اس پر عمل کرنے والا دونوں جہانوں میں کامیاب ہے۔

3-ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

4-قرآن، مؤمن منافق سب کے لیے فائدہ مند ہے۔

5-قرآن کریم کی عظمت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔

53. أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : " **لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ ؛ رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ الْكِتَابَ، وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٍ أَعْطَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ، بَابُ اغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْآنِ. و مسلم في كِتَابِ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ فَضْلِ مَنْ يَقُومُ بِالْقُرْآنِ، وَيُعَلِّمُهُ، وَفَضْلِ مَنْ تَعَلَّمَ حِكْمَةً مِنْ فِقْهٍ، أَوْ غَيْرِهِ فَعَمِلَ بِهَا وَعَلَّمَهَا)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز اور پسندیدہ ہے۔ ایک اس آدمی کی خصلت پر رشک کرنا جسے اللہ نے قرآن مجید (کا علم وتفقہ) عطا فرمایا پس وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں عمل کرتا ہے اور دوسرا اس آدمی کی خصلت پر، جسے اللہ نے مال عطا فرمایا، پس وہ اسے رات کی گھڑیوں میں بھی خرچ کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔

لغوی تشریح: آناء: الساعات (اوقات، گھڑیاں)۔

حسد: کسی پر اللہ کا انعام ہو تو اسے دیکھ کر کڑھنا (افسوس کرنا) اور اس کے زوال کی آرزو کرنا خواہ وہ انعام آرزو کرنے والے کو ملے یا نہ ملے۔

حسد کا حکم: کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ "لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه " کا متضاد ہے۔

الغبطة: (رشک کرنا) : کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر خوش ہونا اور یہ آرزو کرنا کہ اللہ تعالی اسے بھی یہ نعمت عطا کرے۔

غبطہ کا حکم: یہ جائز ہے لیکن بالحصر مذکورہ دونوں چیزوں میں۔ اور ان کے علاوہ باقی چیزوں میں رشک مکروہ ہے اگرچہ بعض علماء نے مذکورہ دونوں چیزوں میں غبطہ کو افضل اور دیگر اچھی چیزوں غیر افضل یعنی مباح قرار دیتے ہیں۔

اس حدیث میں غبطہ کو حسد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ حسد غبطہ ہے نہ کہ مطلق حسد کیونکہ حسد تو کسی بھی چیز میں جائز ہی نہیں۔

من يقوم به: قرآن پر عمل کرنا، قرآن کی تلاوت (نماز میں اور نماز کے باہر)، قرآن کی تعلیم، اس کے ساتھ فیصلہ کرنا، اس کے مطابق فتوی وغیرہ دینا سب شامل ہیں۔ اور جس روایت میں قرآن کے بجائے "**الحكمة** "کا لفظ وارد ہوا ہے، اس سے مراد بھی قرآن ہی ہے کیونکہ "**الحكمة** "کا الف لام عہد کے لیے ہے۔

فوائد و مسائل:

1- حسد ایک نہایت مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے امن وسکون کو برباد کر دیتی ہے۔

2- اس مالدار کی فضیلت واضح ہوتی ہے جو اللہ کے دئے ہوئے مال کو صرف اپنی ذات پر ہی خرچ نہیں کرتا بلکہ اسے غرباء ومساکین اور دین کی نشر واشاعت پر بھی خرچ کرتا ہے۔

3- غبطہ کے دائرہ میں وسعت دنیا طلبی کا ایک مظہر ہے۔

54. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : **حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ، ثُمَّ قَرَأَ : { حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ } الْآيَةَ.** (رواه **البخاري في كِتَابِ النِّكَاحِ بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ**)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خون کی رو سے سات رشتے حرام ہیں اور شادی کی وجہ سے (سسرال کی طرف سے) بھی سات رشتے حرام ہیں پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: { حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ } آخر تک۔

لغوی تشریح: النسب: خاندانی سلسلہ، باپ ماں کی طرف سے رشتہ، ج. انساب۔

الصھر: ازدواجی رشتہ وقرابت۔

تشریح: نسب کی وجہ سے سات حرام رشتے:

۱. اِمہات (مائیں) ان میں ماؤں کی مائیں (نانیاں) اور ماؤں کی ماں دادیاں اسی طرح باپ کی مائیں (دادیاں، پر دادیاں اور ان سے آگے تک)

۲بنات: (بیٹیاں) ان میں پوتیاں، نواسیاں اور پوتیوں اور نواسیوں کی بیٹیاں (نیچے تک) شامل ہیں۔

۳. اِخوات (بہنیں) حقیقی ہوں یا اخیافی یا علاتی سب اس میں شامل ہیں۔

۴. عمات (پھوپھیاں) اس میں باپ کی سب مذکر اصل یعنی نانا دادا کی تینوں کی تینوں قسم کی بہنیں (حقیقی، اخیافی علاتی) شامل ہیں۔

۵. خالات (خالائیں) ان میں ماں کی سب مؤنث اصول (یعنی نانی دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

۶. بنت الأخ (بھتیجیاں) ان میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی وفرعی) شامل ہیں۔

۷. بنت الأخت (بھانجیاں) ان میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی وفرعی) شامل ہیں۔

شادی کی وجہ سے حرام رشتے:

شادی کی وجہ سے چار رشتے ابدی طور پر اور تین رشتے وقتی طور پر حرام ہوتے ہیں۔

ابدی طور پر حرام رشتے چار ہیں:

۱. اِم الزوجۃ (بیوی کی ماں) یعنی ساس، اس میں بیوی کی نانی، دادی بھی داخل ہے نیز اگر کسی عورت سے نکاح کے بعد بغیر مباشرت وہم بستری کے اسے طلاق دے دی جائے تب بھی اس کی ماں سے نکاح حرام ہوگا، البتہ اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

۲ابنت الزوجۃ (ربیبہ) وہ لڑکی جو بیوی کے پہلے خاوند سے ہو۔ اس کی حرمت مشروط ہے یعنی اگر اس کی ماں سے مباشرت کرلی گئی ہو تو اس سے نکاح حرام ہے بصورت دیگر حلال ہے۔

۳. زوجۃ الابن: (صلبی بیٹوں کی بیویاں) اس میں پوتے اور نواسے کی بیویاں بھی شامل ہیں لیکن لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام نہیں۔

۴.زوجۂ الأب : باپ کی بیویاں) اس میں دادا پر دادا اوپر تک کی بیویاں شامل ہیں. محض ان کے عقد نکاح ہی سے باپ, دادا, ہر دادا کی بیویاں بیٹے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

شادی کی وجہ سے وقتی طور پر تین حرام رشتے:

ا۔اِخت الزوجۃ (بیوی کی بہن خواہ عینی, اخیافی یا علاتی) یہ تب تک شوہر کے لیے حرام ہیں جب تک بیوی مطلقہ نہ ہو یا فوت نہ ہو جائے۔

۲۔عمات الزوجات (بیوی کی پھوپھیاں) ان سے بھی نکاح کی حرمت تب تک ہے جب تک بیوی شوہر کے عقد نکاح میں باقی ہے۔

۳۔خالات الزوجۃ (بیوی کی خالائیں) ان سے بھی نکاح کی حرمت تب تک ہے جب تک بیوی شوہر کے عقد نکاح میں موجود ہے۔جب بیوی مر جائے یا شوہر اس کو طلاق دے دے تو عدت پوری ہونے کے بعد شوہر بیوی کے خالاؤں سے شادی کر سکتا ہے۔

55. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ النِّكَاحِ بَابُ المُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ، وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا المَرْأَةُ كَالضِّلَعِ»)

ترجمہ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت مثل پسلی کے ہے،اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہوگے تو توڑ دوگے اور اگر اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہوگے تو اس کی ٹیڑھ کے ساتھ ہی فائدہ حاصل کروگے۔

تشریح: پسلی سے پیدا ہونے کا اشارہ اس طرف ہے کہ سیدہ حوا علیہا السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں پسلی اوپر ہی کی طرف سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے،اس طرح عورت بھی اوپر کی طرف سے یعنی زبان سے ٹیڑھی ہوتی ہے پس ان کی زبان درازی اور سخت گوئی پر صبر کرتے رہنا اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔

فوائد و مسائل: عورت جس فطرت پر پیدا کی گئیں ہیں اس سے انہیں بدلا نہیں جا سکتا،اس لئے ان باتوں کا لحاظ کرکے ان کے ساتھ تعلقات رکھنے چاہئیں تاکہ معاشرتی زندگی سکون اور آرام و چین کی ہو۔

56. عن عَبْد اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ ؟ ". قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ : " فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ ؛ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا** ".(رواه البخاري في كِتَابِ النِّكَاحِ بَابٌ: لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ ! کیا میری یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم روزانہ دن میں روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو ؟میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، روز بھی رکھو اور بلا روزے بھی رہو، رات میں عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

تشریح: ہمارا دین ہمیں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے اور رہبانیت سے دور رکھتا ہے اور اس بات کی یقین دھانی کراتا ہے کہ ہمارے اوپر بہت سارے لوگوں کے حقوق ہیں اس لئے ہمیں ان حقوق کی پاسداری کرنی ہوگی۔

فوائد ومسائل:

1- مومن پر واجب ہے کہ وہ اعتدال ومیانہ روی کا راستہ اختیار کرے۔

2- اللہ اور رسول نے جس نہج کے مطابق عبادت کرنے کیلئے کہا ہے اسی نہج کے مطابق عبادت کو انجام دینی چاہیے۔

57. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " **لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ النِّكَاحِ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دن کے آخر اس سے ہم بستر ہوگا۔

تشریح : بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی ہماری طرح ایک فرد ہے۔

فوائد ومسائل:

1- عورتوں کو غلطی پر تنبیہ کرنا ضروری ہے لیکن یہ صرف زبانی ہونی چاہیے۔

2- اگر کوئی عورت زیادہ ہی بے پرواور گستاخ ہو تو اس سے ناراض ہو جائے یہ سزا کافی ہے۔

3- جسمانی سزا صرف اس وقت جائز ہے جب اسکے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔

58. عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ : **يَا بُنَيَّةِ، لَا يَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا. يُرِيدُ عَائِشَةَ، فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ.** (رواه البخاري في كِتَابِ النِّكَاحِ ، بَابُ حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ)

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے اور ان سے کہا کہ بیٹی اپنی سوکن کو کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجانا جسے اپنے حسن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ناز ہے (آپ کا اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا) سیدنا عمر رضی اللہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے یہی بات آپ کے سامنے دہرائی آپ مسکرا دیئے۔

تشریح: جملہ حقوق ادا کرنے کے بعد اگر مرد کو اپنی کسی دوسری بیوی سے زیادہ محبت ہے تو گناہ گار نہیں ہے۔

فوائد و مسائل:

1-مرد کی اگر کئی بیویاں ہوں تو قلبی طور پر کسی بیوی سے زیادہ محبت ہو سکتی ہے، البتہ حقوق میں یکسانیت رہے ۔

59. عن عَوْن بْن أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : **لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَنَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ.** (رواه البخاري في كِتَابِ الطَّلَاقِ بَابُ مَهْرِ البَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الفَاسِدِ)

ترجمہ: عون بن ابوجحیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے گودنے والی اور گودوانے والی، سود کھانے والے اور کھلانے پر لعنت بھیجی اور آپ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی کھانے سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والوں پر لعنت کی۔

لغوی تشریح: واشمة: گودنے والی عورت ، **مستوشمة:** گودوانے والی عورت ، بغي: زنا۔

تشریح: مذکورہ جملہ امور باعث لعنت ہیں اللہ تعالی ہر مسلمان کو ان سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

فوائد و مسائل:

1- گودنا اور گودوانا یہ ساری چیزیں اسلام میں حرام ہے۔

2-سود کھانا اور سودی معاملات کرنا حرام ہے۔

60. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " **السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ** ".(رواه البخاري في كِتَابِ النَّفَقَاتِ، بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الأَهْلِ، و كِتَابُ الأَدَبِ ، بَابُ السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ. و مسلم في **كِتَاب الزُّهْد والرَّقَائِقِ**، بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ، و اللفظ للبخاري)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے، یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔

تشریح: خدمت خلق کتنا بڑا کام ہے اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اللہ توفیق دے آمین

فوائد و مسائل:

1-معاشرے کے ضرورت مند نادار اور معذور افراد کی کفالت اور خبر گیری بہت عظیم عمل ہے۔

2-بیوہ کی کفالت کا بہترین ذریعہ اس کے نکاح کا بندوبست کرنا ہے۔

61. عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ ؟ قَالَتْ : **كَانَ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ خَرَجَ.** (رواه البخاري في كِتَابِ النَّفَقَاتِ ، بَابُ خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ)

ترجمہ: سیدنا اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ؟اِم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کیا کرتے تھے پھر آپ جب اذان کی آواز سنتے تو باہر چلے جاتے تھے۔

تشریح: گھر کے کام کاج کرنا اور اپنے گھر والوں کی مدد کرنا ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

62. عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، لاَ يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتَى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا، فَقَالَ: يَا نَافِعُ، لاَ تُدْخِلْ هَذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**المُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الأَطْعِمَةِ بَابٌ: المُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے ،جب تک ان کے ساتھ کھانے کے لئے کوئی مسکین نہ لایا جاتا ،ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ کھانے کیلئے ایک شخص کو لایا کہ اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا ،بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آئندہ اس شخص کو میرے ساتھ کھانے کیلئے نہ لانا ، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سب آنتیں بھر لیتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالی ہر مسلمان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اسوہ پر عمل کرنے کی سعادت عطا کرے کہ کھانے کے وقت کسی نہ کسی کو یاد کر لیا کریں۔

63. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «**مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ**» (رواه البخاري في كِتَابِ الأَطْعِمَةِ بَابُ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں کوئی عیب نہیں نکالا اگر پسند ہوا تو کھالیا اور اگر ناپسند ہوا تو چھوڑ دیا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کھانے کے عیب بیان کرنا جیسے اس میں نمک نہیں ہے یا پھیکا ہے یا نمک زیادہ ہے یہ ساری باتیں مکروہ ہیں، پکانے اور ترکیب میں کسی نقص کی اصلاح کرنا مکروہ نہیں ہے۔

64. عن عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «**مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ اليَوْمِ سُمٌّ وَلاَ سِحْرٌ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الأَطْعِمَةِ، بَابُ العَجْوَةِ)

ترجمہ: عامر بن سعد نے خبر دی اور ان سے ان کا والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر دن صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں، اسے اس دن نہ زہر نقصان پہنچاسکے گا اور نہ جادو

65. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا**»(رواه البخاري في كِتَابِ الأَطْعِمَةِ بَابُ لَعْقِ الأَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيلِ)

ترجمہ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کھانا کھائے تو ہاتھ چاٹنے یا کسی کو چٹانے سے پہلے ہاتھ نہ پونچھے۔

تشریح: یہاں رومال سے مراد کپڑا ہے جو کھانے کے بعد ہاتھ چکنائی دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے آپ نے انگلیاں چاٹ کر اس رومال سے ہاتھ صاف کرنے کا حکم دیا اگرچہ حدیث میں صاف طور پر لفظ رومال نہیں ہے مگر حضرت امام نے حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے یہ جیسے مسلم نے نکالا ہے جس کے الفاظ ہیں (فلا يمسح بالمنديل) یعنی ہاتھوں کو رومال سے پوچھنے سے پہلے چاٹ کر صاف کر لیں۔

فوائد ومسائل: کھانے کے بعد ہاتھ کو چاٹنا یا چٹوانا سنت ہے۔

66. عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، «**فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا**»(رواه البخاري في كِتَابِ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ ، بَابُ ذَبِيحَةِ المَرْأَةِ وَالأَمَةِ)

ترجمہ: کعب بن مالک کے ایک بیٹے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے بکری پتھر سے ذبح کر لی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اسکے کھانے کا حکم فرمایا۔

تشریح: چاقو نہ ہونے کی صورت میں دوسرے دھار دار چیزوں سے اگر جانور ذبح کئے جائیں تو اس طرح کا جانور کھانا حلال ہے۔

فوائد ومسائل:

1- عورت جانور ذبح کر سکتی ہے۔

2-دھار دار پتھر وغیرہ سے جانور ذبح کیا جائے تو کھانا حلال ہے۔

67. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الْمَرْضَى ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ.و مسلم في كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ بَابُ ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ، أَوْ حُزْنٍ، أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مسلمان جب بھی کسی پریشانی ، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالی اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

فوائد و مسائل:

1-مومن اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا باعث گناہ ہے۔

2-مومن کو کسی بھی مصیبت لاحق ہونے پر ثواب کو امید رکھنی چاہئے اور جزع فزع سے کام نہیں لینا چاہیے۔

3-مسلمان کو تکلیف لاحق ہونا باعث رحمت ہے ہیں۔

68. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " **لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ بُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الوَفَاةُ خَيْرًا لِي** "(رواه البخاري في كِتَابِ الْمَرْضَى بَابُ تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی تکلیف میں اگر کوئی شخص مبتلا ہو تو اسے موت کی تمنا نہیں کرنی چاہئے اور اگر کوئی موت کی تمنا کرنے ہی لگے تو یہ کہنا چاہیے اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھ کو اٹھالے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ آدمی جب تک دنیا میں رہے اپنی بہتری اور بھلائی کی دعا کرتا رہے اور بہترین وفات کی دعا مانگے۔

69. عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: " **كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَسْقِي القَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ القَتْلَى وَالجَرْحَى إِلَى المَدِينَةِ** "(رواه البخاري في كِتَابِ الطِّبِّ بَابٌ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ المَرْأَةَ أَوِ المَرْأَةُ الرَّجُلَ)

ترجمہ: ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور مسلمان مجاہد کو پانی پلاتی ،ان کی خدمت کرتی اور مقتولین اور مجروحین کو مدینہ منورہ لایا کرتی تھیں۔

تشریح: مستورات جنگ و جہاد میں شریک ہو کر مجروحین کی تیمارداری اور مرہم پٹی وغیرہ کی خدمات انجام دیتی تھیں مگر دریں حالات بھی اعضائے پردہ کاستر ضروری ہے۔

فوائد ومسائل:

1- عورت گھر کے باہر کام کاج کر سکتی ہے بشرطیکہ پردہ کا پاس ولحاظ رکھا گیا ہو۔

2- ضرورت کے موقع پر عورت مرد کی خدمت کر سکتی ہے۔

70. أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**فِي الحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا السَّامَ**» **قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَالسَّامُ المَوْتُ، وَالحَبَّةُ السَّوْدَاءُ: الشُّونِيزُ**(رواه البخاري في كِتَابِ الطِّبِّ، بَابُ الحَبَّةِ السَّوْدَاءِ)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ سیاہ دانوں میں ہر بیماری سے شفا ہے سوا سام کے۔ ابن شہاب نے کہا کہ سام موت ہے اور " سیاہ دانہ " کلونجی کو کہتے ہیں۔

تشریح: طب سے مراد جسمانی وروحانی علاج ہے۔ فی الواقع موت وقت مقررہ پر آکر رہتی ہے خواہ کوئی انسان کچھ تدبیر کرے لاکھ دوائیاں استعمال کرے کتنا ہی سرمایہ دار کثیر الوسائل ہو مگر ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو موت کو ٹال سکے سچ ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔

فوائد ومسائل:

1- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ما أنزل الله داء إلا أنزل له الشفاء " اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جسکی دوا نازل نہ کیا ہو۔

2- موت ایک حقیقت امر ہے۔

3- ہر بیماری کے لئے دوا ہے چاہے انسان کو معلوم ہو یا نہ ہو۔

71. عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: «**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي المَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا**» فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَيْفَ يَنْفِثُ؟ قَالَ: «**كَانَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الطِّبِّ ، بَابُ الرُّقَى بِالقُرْآنِ وَالمُعَوِّذَاتِ)

ترجمہ: معمر نے زہری سے روایت کیا انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں اپنے اوپر معوذات (سورۃ الفلق والناس اور سورۃ الاخلاص) کا دم کیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے دشوار ہو

گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر بھی پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح دم کرتے تھے، انہوں نے بتایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کرکے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔

تشریح: جن احادیث میں دم کو شرک کہا ہے ان سے مراد ایسے دم ہیں جو شرک پر مبنی ہو یا جن میں اعتقاد ہو کہ یہی شفا دینے والے ہیں۔ (نیل الأوطار ۵/ ۲۹۲) امام قرطبی رحمہ اللہ نے دم کی تین قسمیں بیان کی ہے۔

۱۔ جاہلیت کا وہ دم جسکا معنی معلوم نہ ہو، اس سے اجتناب واجب ہے۔ کیوں کہ اس میں شرک ہو سکتا ہے۔ یا کم از کم یہ شرک تک پہنچا سکتا ہے۔

۲۔ جو دم اللہ کے کلام یا اللہ کے ناموں کے ذریعے ہو وہ جائز ہے اور اگر سنت سے بھی ہو تو اسے کرنا مستحب ہے۔

۳۔ وہ دم جو غیر اللہ کے ناموں کے ساتھ کیا جائے مثلاً فرشتے صالحین یا مخلوق میں سے عظیم اشیاء جیسے عرش وغیرہ۔ تو اس سے اجتناب واجب ہے۔

فوائد و مسائل:

1- اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معوذتین پڑھ کر دم کرنا درست ہے۔

2- عورت بھی مرد کو دم کر سکتی ہے۔

3- دم کرکے ہاتھ کو چہرے پر پھیرنا جائز ہے۔

72. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**لاَ يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا**»(رواه البخاري في كِتَابِ اللِّبَاسِ ، بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الخُيَلاَءِ.)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا تہمند غرور کی وجہ سے گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا۔

تشریح: اصل برائی غرور، تکبر، گھمنڈ ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ غرور، تکبر، گھمنڈ جس طور پر بھی ہو مذموم ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسبال لٹکانا ازار، قمیض اور عمامہ سب میں ہوتا ہے، اور ازار کا لٹکانا ٹخنوں سے نیچے جائز نہیں ہے اگر غرور سے ہو، اور بغیر غرور کے مکروہ ہے، لیکن ظاہری حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ غرور کے ساتھ۔

فوائد و مسائل:

1- تکبر گناہ کبیرہ میں سے ہے۔

2-اللہ تعالی کی صفت بصر ثابت ہوتی۔

73. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رِوَايَةً: " **الفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الفِطْرَةِ: الخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ** "(رواه البخاري في كِتَابِ اللِّبَاسِ، بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ. و مسلم في **كِتَابِ الطَّهَارَةِ**، بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) روایت کیا کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں ختنہ کرانا، موئے زیر ناف مونڈنا، بغل کے بال نوچنا، ناخن ترشوانا اور مونچھ کم کترانا پیدائشی سنتوں میں سے ہیں۔

تشریح: مونچھ اتنی کترانا کہ ہونٹ کے کنارے کھل جائیں یہی سنت ہے اور اہل حدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے دیگر خصال فطرت یہی ہے ہر ایک کے فوائد بہت کچھ ہیں جن کی تفصیل کے لیے دفاتر کی ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ فطرت سے یہاں کیا مراد ہے؟اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر علماء فطرت کے معنی سنت لیے رہے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے۔

اور بعض نے کہا: فطرت سے دین مراد ہے، پھر ان میں سے اکثر چیزیں واجب نہیں ہے۔اور بعض چیزوں کے وجوب میں اختلاف کیا ہے۔جیسے ختنہ کرنا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے چاہے مرد ہو یا عورت۔اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے۔

فوائد ومسائل:

1-اگر انسان ان پانچ چیزوں پر عمل کرے تو بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔

2-زیر ناف کے بال مونڈنا استرے سے سنت ہے، ناخن ترشوانا سنت ہے، بغل کے بال اکھیڑنا بالاتفاق سنت ہے، اور مونچھ کتروانا یہ بھی سنت اور مستحب عمل ہے۔

74. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: **جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: «أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أُمُّكَ» قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أَبُوكَ»**(رواه البخاري في كِتَابِ الأَدَبِ ، بَابٌ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ. و مسلم في **كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ**، بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَأَنَّهُمَا أَحَقُّ بِهِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔پوچھااس کے بعد کون ہے؟فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔

انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تمہارا باپ ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے تین حصہ زیادہ ہے کیونکہ صنف نازک ہے، اسے اپنے جوان بیٹے کا بڑا سہارا ہے لہٰذا وہ بہت ہی بڑا حق رکھتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنے میں رشتے ناتے داروں کی ترتیب ہے، پہلے ماں پھر باپ پھر اولاد پھر دادا، نانا، دادی، نانی، اسکے بعد بھائی بہن پھر اور محرم جیسے چچا، پھوپھی، مامو وغیرہ۔

فوائد ومسائل :

1-اس حدیث میں والد سے زیادہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

2-والدین کو کسی بھی حالت میں اذیت دینا جائز نہیں ہے اِلا یہ کہ ایمان اور کفر کا معاملہ ہو۔

3-اس حدیث سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

4-اس حدیث میں ماں کے حق کی تائید کی ہے۔

75. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الأَدَبِ بَابُ مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ. و مسلم في كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ بَابُ صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيمِ قَطِيعَتِهَا)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا، کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔

تشریح: اس عمل سے رشتہ داروں کی نیک دعائیں اسے حاصل ہو کر موجب برکات ہوں گی۔ اور رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، یہاں اشکال یہ ہے کہ عمر پہلے سے معین کی جاتی ہے پھر وہ بڑھے گی کیسے ؟اس کا جواب یہ ہے کہ عمر دراز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی عبادت میں برکت ہو گی اور اس کی عمر ضائع نہ ہو گی، اور اس سے عمر معلق مراد ہے۔اگر ناتا جوڑے تو اتنی عمر ہے یا یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی ذکر خیر قائم رہے گا تو عمر بڑھ گئی۔

فوائد ومسائل :

1۔ کسی کے ساتھ صلہ رحمی کرنا عمر دراز کی علامت ہے۔

2۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہئے۔

76. عن سَعِيد بْن أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «**عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ**» قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: «**فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ**» قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «**فَيُعِينُ ذَا الحَاجَةِ المَلْهُوفَ**» قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «**فَيَأْمُرُ بِالخَيْرِ**» أَوْ قَالَ: «**بِالْمَعْرُوفِ**» قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: «**فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الأَدَبِ ، بَابٌ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ)

ترجمہ: سیدنا سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ان کے دادا (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اگر کوئی چیز کسی کو (صدقہ کے لیے) جو میسر نہ ہو۔آپ نے فرمایا پھر اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے خود کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کی اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو یا کہا کہ نہ کر سکے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کسی حاجت مند پریشان حال کی مدد کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے۔فرمایا کہ پھر بھلائی کی طرف لوگوں کو رغبت دلائے یا "امر بالمعروف" کا کرنا، عرض کیا اور اگر یہ بھی نہ کر سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر برائی سے رکا رہے کہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

فوائد و مسائل:

1۔ کوئی بھی بھلائی کا کام ہو صدقہ ہے۔

2۔اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔

77. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا**»(رواه البخاري في كِتَابِ الفَرَائِضِ بَابُ تَعْلِيمِ الفَرَائِضِ. ومسلم في **كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ**،بَابُ تَحْرِيمِ الظَّنِّ، وَالتَّجَسُّسِ، وَالتَّنَافُسِ، وَالتَّنَاجُشِ وَنَحْوِهَا)-

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچتے رہو، کیوں کہ گمان (بدظنی) سب سے جھوٹی بات ہے۔آپس میں ایک دوسرے کی برائی کی تلاش میں نہ لگے رہو نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرو، بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔

تشریح: اس حدیث کی ترجمہ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ جب آدمی کو قرآن و حدیث کا علم نہ ہوگا تو اپنے گمان سے فیصلہ کرے کا حکم دے گا اس میں علم فرائض بھی آ گیا۔

فوائد و مسائل:

1۔ حسد کہتے ہیں دوسرے کے نعمت کی زوال کی تمنا کو، اور یہ حرام ہے اور بڑی بلا ہے، حاسد کبھی خوش نہیں رہتا اور حسد کی بیماری اس کو کھالیتی ہے۔

2۔انسان کو بدگمانی سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

3۔حدیث میں بدگمانی کو سب سے بڑا جھوٹ کہا ہے۔

4۔غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

78. عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " **كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا المُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ المُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ: يَا فُلاَنُ، عَمِلْتُ البَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ الأَدَبِ بَابُ سَتْرِ المُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ)

ترجمہ : سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ " میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوا گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں ! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا"۔

تشریح : اللہ کا ایک نام ستیر بھی ہے، یعنی گناہوں کا چھپا لینے والا، دنیا اور آخرت میں وہ بہت سے بندوں کے گناہوں کو چھپالیتا ہے۔ بعون اللہ منہم۔آمین۔ مثل مشہور ہے کہ ایک تو چوری کرے اوپر سے سینہ زوری کرے۔ اگر آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چھپا کر رکھے، شرمندہ ہو۔ اللہ سے توبہ کرے، نہ یہ کہ کہتا پھرے کہ میں نے فلاں گناہ کیا ہے، یہ تو بے حیائی اور بے باکی ہے۔ یہ حدیث بھی ان احادیث صفات میں سے ہے، اس میں اللہ کے لئے کنف، بازو ثابت کیا گیا ہے، جیسے سمع اور بصر اور ید اور عین اور وجہ وغیرہ۔ سلف صالحین اس کی تاویل نہیں کرتے اور یہی منہج حق ہے، تاویل کرنے والے کہتے ہیں کہ کنف سے حجاب رحمت مراد ہے یعنی اللہ اسے اپنے سایہ عاطفت میں چھپالے گا مگر یہ تاویل کرنا ٹھیک نہیں ہے .

فوائد ومسائل:

1۔اس حدیث سے کھلم کھلا گناہ کرنے سے روکا گیا ہے۔

2۔گناہ کرکے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے۔

79. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " **خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ، طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ، النَّفَرِ مِنَ المَلاَئِكَةِ، جُلُوسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا: السَّلاَمُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الآنَ** "(رواه البخاري في كِتَابِ الِاسْتِئْذَانِ بَابُ بَدْءِ السَّلاَمِ)

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایا کہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم ! فرشتوں نے جواب دیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ ، انھوں نے آدم کے سلام پر " ورحمۃ اللہ " بڑھا دیا۔ پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا حضرت آدم علیہ السلام کی صورت کے مطابق ہو کر جائے گا۔ اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد و قامت کم ہوتا گیا۔ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

تشریح : ممکن ہے کہ آئندہ اور کم ہو جائے یہ زیادتی اور کمی ہزاروں برس میں ہوتی ہے۔ جو لوگ اس قسم کی احادیث میں شبہ کرتے ہیں ان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت آدم کی صحیح تاریخ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے تو معلوم نہیں کہ حضرت آدم کو کتنے برس گزر چکے ہیں، اس لئے قد و قامت کا کم ہو جانا قابل انکار نہیں۔ " خلق الله آدم على صورته" کی ضمیر آدم علیہ السلام کی طرف لوٹ سکتی ہے یعنی آدم کی صورت پر جو اللہ کے علم میں تھی۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ آدم پیدائش سے اسی صورت پر تھے جس صورت پر ہمیشہ رہے یعنی یہ نہیں ہوا کہ پیدا ہوتے وقت وہ چھوٹے بچے ہوں پھر بڑے ہوئے ہوں جیسا ان کی اولاد میں ہوتا ہے۔ بعض نے ضمیر کو اللہ کی طرف لوٹایا ہے مگر یہ آیت ليس كمثله شئي کے خلاف ہوگا۔ والله أعلم بالصواب وآمنا بالله وبرسوله ﷺ۔

80. عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " **أَطْفِئُوا المَصَابِيحَ بِاللَّيْلِ إِذَا رَقَدْتُمْ، وَغَلِّقُوا الأَبْوَابَ، وَأَوْكُوا الأَسْقِيَةَ، وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ** (رواه البخاري في كِتَابِ الِاسْتِئْذَانِ ، بَابُ إِغْلاَقِ الأَبْوَابِ بِاللَّيْلِ)

ترجمہ : سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات میں سونے لگو تو چراغ بجھا دیا کرو اور دروازے بند کر لیا کرو اور مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کرو اور کھانے پینے کی چیزیں ڈھک دیا کرو۔

فوائد و مسائل: سونے سے پہلے چراغ بجھانا اور دروازے بند کرنا اور کھانے پینے کی چیزیں ڈھک دینا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

81. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " **يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ الدَّعَوَاتِ، بَابُ الدُّعَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ)

ترجمہ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ وصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس وقت جب رات کاآخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں۔

تشریح : حدیث باب میں اللہ پاک رب العالمین کے آخر تہائی حصہ رات میں آسمان دنیاپر نزول کاذکر ہے یعنی خود پروردگارا پنی ذات سے نزول فرماتا ہے جیساکہ دوسری روایت میں خود ذات کی صراحت موجود ہے اب بعض لوگوں کی یہ تاویل کہ اس کی رحمت اترتی ہے یا فرشتے اترتے ہیں یہ محض تاویل فاسد ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمۃاللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حضرت علامہ ابن قیم رحمۃاللہ علیہ نے اس عقیدہ پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کی مستقل کتاب النزول ہے اس میں آپ نے مخالفین کے تمام اعتراضات اور شبہات کاجواب مفصل دیاہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نزول بھی پروردگار کی ایک صفت ہے جس کو ہم اور صفات کی طرح اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں لیکن اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے اور یہ نزول اس کا مخلوقات کی طرح نہیں ہے اور یہ امر اس کے لئے قطعاً محال نہیں ہے کہ وہ بیک وقت عرش پر بھی ہو اور آسمان دنیاپر نزول بھی فرمائے "إن الله على كل شى قدير" ایسے استحالات پیش کرنے والوں کی نگاہیں کمزور ہیں۔ ترجمہ باب میں نصف لیل کاذکر تھااور حدیث میں آخری ثلث لیل مذکور ہے۔ اس کاجواب حافظ صاحب نے یوں دیا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃاللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کو دار قطنی نے نکالا اس میں ثلث لیل مذکور ہے اور ابن بطال نے کہا حضرت امام بخاری نے قرآن کی آیت کو لیا جس میں نصفہ کا لفظ یعنی "قم اللیل إلا قلیلانصفہ" اور اس کی متابعت سے باب میں نصفہ الآیۃ کالفظ ذکر کیا۔

فوائد ومسائل:

"دعاکے قبولیت ہونے کے کچھ آداب"

1۔ دعا کرتے وقت یہ سوچ لیناضروری ہے کہ اس کا کھاناپینااس کالباس حلال مال سے ہے یا حرام۔

2۔ قبولیت دعاکے لئے یہ شرط بڑی اہم ہے کہ دعا کرتے وقت اللہ پر حق پر یقین آکامل ہو اور ساتھ ہی دل میں یہ عزم بالجزم ہو کہ جو وہ دعا کر رہا ہے وہ ضرور قبول ہو گی، رد نہیں کی جائے گی۔

3۔ دعا کرنے کے فوراہی اس کی قبولیت آپ پر ظاہر ہو جائے ایسا تصور بھی صحیح نہیں ہے، بہت سی دعائیں فوراثر دکھاتی ہے اور بہت سی کافی دیر کے بعد اثر پذیر ہوتی ہیں۔

4۔ دعاکے جو مقبول اوقات ہے اس میں دعا کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ مثلاً آدھی رات، اذان اور اقامت کے درمیان کاوقت، وغیرہ۔

5-اللہ کی حمد وثنااور اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد ہی دعاکاآغاز کرے۔

82. عَنْ مِرْدَاسٍ الأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «**يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ، الأَوَّلُ فَالأَوَّلُ، وَيَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ، أَوِ التَّمْرِ، لاَ يُبَالِيهِمُ اللَّهُ بَالَةً**» **قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: «يُقَالُ حُفَالَةٌ وَحُثَالَةٌ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الرِّقَاقِ بَابُ ذَهَابِ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: سیدنا مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ یکے بعد دیگرے گزر جائیں گے اس کے بعد جو کے بھوسے یا کھجور کے کچرے کی طرح کچھ لوگ دنیا میں رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالی کو ذرا بھی پرواہ نہ ہو گی۔

تشریح: دنیا میں اچھے لوگوں کو لمبی عمر نہیں ملتی ہے اور یہ بھی وضاحت مل رہی ہے کہ یہ دنیا اچھے لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ برے لوگوں کے لئے ہے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم صالحین میں سے بننے کی کوشش کریں۔

83. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**اطَّلَعْتُ فِي الجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ**»(رواه البخاري في كِتَابِ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ. و مسلم في **كتَاب الرِّقَاقِ**، بَابُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ وَبَيَانِ الْفِتْنَةِ بِالنِّسَاءِ)

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو جنتیوں میں زیادتی غریبوں کی نظر آئی اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دوزخیوں میں زیادتی عورتوں کی نظر آئی۔

تشریح: جنت میں غریبوں سے موحد، متبع سنت غریب لوگ مراد ہیں جو دیندار اغنیاء سے کتنے ہی برس پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دوزخ میں زیادہ عورتیں نظر آئیں، جو ناشکری اور لعن طعن کرنے والی آپس میں حسد اور بغض رکھنے والی ہوتی ہیں۔

84. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً، وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَاحِدَةً، فَلَوْ يَعْلَمُ الكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ المُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ العَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الرِّقَاقِ، بَابُ الرَّجَاءِ مَعَ الخَوْفِ)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے رحمت کو جس دن بنایا تو اس کے سو حصے کئے اور اپنے پاس ان میں سے ننانوے رکھے۔ اس کے بعد تمام مخلوق کے لئے صرف ایک حصہ رحمت کا بھیجا۔ پس اگر کافروں کو وہ تمام رحم معلوم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ جنت سے ناامیدی نہ ہو اور اگر مومن کو وہ تمام عذاب معلوم ہو جائیں جو اللہ کے پاس ہیں تو دوزخ سے کبھی بے خوف نہ ہو۔

تشریح: یہی امید اور خوف ہے جس کے درمیان ایمان ہے امید بھی کامل اور خوف بھی پورا پورا۔ اللھم ارزقنا آمین۔ مومن کتنے بھی نیک اعمال کرتا ہو لیکن ہر وقت اس کو ڈر رہتا ہے شاید میری نیکیاں بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوئی ہوں اور شاید میرا خاتمہ برا ہو جائے۔

ابو عثمان نے کہا: گناہ کرتے جانا اور پھر نجات کی امید رکھنا بد بختی کی نشانی ہے، علماء نے کہا ہے کہ حالت صحت میں اپنے دل پر خوف غالب رکھے اور مرتے وقت اس کے رحم و کرم کی امید زیادہ رکھے۔

فوائد و مسائل: نیک اعمال کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ جہنم کا خوف ہمیشہ دل میں رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

85. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**إِنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ، لاَ يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ العَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ، لاَ يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الرِّقَاقِ، بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اللہ کی رضامندی کے لئے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔

تشریح: بندہ کی زبان کی وجہ سے اللہ اس سے راضی ہوتا ہے جس کی بنا پر جنت میں داخل ہوتا ہے اور زبان کی ہی وجہ سے جہنم میں داخل ہوتا ہے اس لئے انسان کو اچھی باتیں زبان سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

86. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «**حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الرِّقَاقِ، بَابٌ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ خواہشات نفسانی سے ڈھک دی گئی ہے اور جنت مشکلات اور دشواریوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔

تشریح: جو شخص نفسانی خواہشوں میں پڑ گیا اس نے گویا دوزخ کا حجاب اٹھا دیا، اب دوزخ میں پڑ جائے گا۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ خواہشات نفس کی پیروی باعث دخول جہنم ہے۔

2۔ جنت کی اہمیت ثابت ہوئی۔

3۔ جنت کو اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ چیزوں سے گھیرے رکھا۔

87. عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «**مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَسَيُكَلِّمُهُ اللَّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، لَيْسَ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ فَلاَ يَرَى شَيْئًا قُدَّامَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الرِّقَاقِ ، بَابٌ: مَنْ نُوقِشَ الحِسَابَ عُذِّبَ)

ترجمہ: سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر ہر فرد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح کلام کرے گا کہ اللہ کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پھر وہ دیکھے گا تو اس کے آگے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا اور اس کے سامنے آگ ہوگی۔ پس تم میں سے جو شخص آگ سے بچنا چاہے تو وہ راہ خدا میں خیرات کرتا رہے۔ خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی ممکن ہو۔

تشریح: اللہ تعالی قیامت کے دن بندہ سے اس طرح کلام کرے گا کہ اللہ کے اور بندہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ یعنی کھلم کھلا اللہ پاک کو دیکھے گا اور اللہ تعالی خود اپنی ذات سے بات کرے گا۔ یہ نہیں کہ اس کی طرف سے کوئی مترجم بات کرے۔ دنیا میں صدہا زبانیں ہیں اللہ پاک ہر زبان میں بات کرے گا اور یہ کلام اور آواز کے ساتھ ہوگا ورنہ آدمی اس کی بات کیسے سمجھیں گے اور کیونکر سنیں گے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں آواز اور حروف نہیں ہیں بلکہ معتزلہ اور جہمیہ تو یہ کہتے ہیں وہ کلام ہی نہیں کرتا کسی دوسری چیز میں کلام کرنے کی قوت پیدا کر دیتا ہے۔

فوائد ومسائل:

1۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ قیامت کے دن بندہ اپنے رب کو بنفس نفیس دیکھے گا۔

2۔اللہ تعالی کل قیامت کے دن خود اپنے بندوں سے کلام کرے گا یہ ثابت ہوا۔

3۔انسان کو چاہیے کہ اللہ کے راستے میں صدقات خیرات کرکے جہنم سے بچے۔

88. عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "**مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ مِلَّةِ الإِسْلاَمِ فَهُوَ كَمَا قَالَ، قَالَ: وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، وَلَعْنُ المُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ**"(رواه البخاري في كِتَابِ الأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ، بَابُ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى مِلَّةِ الإِسْلاَمِ)

ترجمہ: سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اسلام کے سوا کسی اور مذہب پر قسم کھائے پس وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے قسم کھائی ہے اور جو شخص اپنے نفس کو کسی چیز سے ہلاک کرے وہ دوزخ میں اسی چیز سے عذاب دیا جاتا رہے گا اور مومن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا پس وہ بھی اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔

لغوی تشریح: الأیمان یہ لفظ یمین کی جمع ہے اس کا معنی قسم، قوت اور دایاں ہاتھ ہے۔

اصطلاحی تعریف: ایسے مضبوط عقد کا نام ہے جس کے ذریعے حالف کسی فعل کے کرنے یا اسے چھوڑنے کا عزم کرتا ہے۔

نذر کا معنی کسی غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

تشریح: اس حدیث میں قسم کھانے کی نوعیت بتلائی گئی ہے اور جو شخص اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالے تو کل قیامت کے دن اسی نوعیت کا عذاب دیا جائے گا۔

فوائد و مسائل:

1۔ مومنین کی اہمیت وفضیلت معلوم ہو رہی ہے۔

2۔ مومنین پر لعنت بھیجنا دراصل قتل کرنے کے مترادف ہے۔

89. عن عُمَرَ بْن الخَطَّاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الحِيَلِ بَابٌ فِي تَرْكِ الحِيَلِ، وَأَنَّ لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فِي الأَيْمَانِ وَغَيْرِهَا. و مسلم في **كتاب الْإِمَارَة**، بَابُ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ»، وَأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ الْغَزْوُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَعْمَالِ)

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو اسے ہجرت (کا ثواب ملے گا) اور جس کی ہجرت کا مقصد دنیا ہو گی کہ جسے وہ حاصل کرلے یا کوئی عورت ہو گی جس سے وہ شادی کرلے تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہو گی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح: اس حدیث کی بابت امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس پر اسلام کا دارومدار ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف علم قرار دیا ہے۔اس حدیث کے شان ورود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نامی کو شادی کا پیغام دیا تھا۔اس نے جواب میں خبر دی کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ آجائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔چنانچہ وہ شخص اسی غرض سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچا اور اسکی شادی ہو گئی۔دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔اسی واقعہ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

فوائد و مسائل:

1۔ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور جملہ اعمال خیر کا اجر اسی صورت میں حاصل ہوگا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔

2۔اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حیلوں کے عدم جواز پر دلیل لی ہے کیوں کہ حیلہ کرنے والوں کی نیت دوسری ہوتی ہے اس لیے حیلہ ان کے لیے کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔

3۔ نیت سے مراد دل کا ارادہ ہے، جو ہر فعل اختیاری سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے، نماز، روزہ وغیرہ کیلئے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔

90. عَنْ قَتَادَةَ، أَخْبَرَنَا أَنَسٌ، قَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لاَ يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي، سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ**» **وَإِمَّا قَالَ: «مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يُرْفَعَ العِلْمُ، وَيَظْهَرَ الجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِلْخَمْسِينَ امْرَأَةً القَيِّمُ الوَاحِدُ**»(رواه البخاري في كِتَابِ الحُدُودِ، بَابُ إِثْمِ الزُّنَاةِ)

ترجمہ: سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ میرے بعد کوئی اسے نہیں بیان کرے گا۔ میں نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یا یوں فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین دنیا سے اٹھ جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی، شراب بکثرت پی جانے لگے گی اور زنا پھیل جائے گا۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ حالت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ پچاس عورتوں پر ایک ہی خبر لینے والا مرد رہ جائے گا۔

لغوی تشریح: لفظ حدود حد کی جمع ہے اس کا معنی ہے رکاوٹ۔

شرعی تعریف: حد ایسی سزا ہے جو اللہ تعالی کا حق ہونے کی وجہ سے مقرر ہو۔

تشریح: مذکورہ حدیث میں قیامت کی علامتیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی مذکور ہیں۔

فوائد ومسائل:

1۔اس سے علامت قیامت صغری ثابت ہوئی۔

91. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " **مَفَاتِيحُ الغَيْبِ خَمْسٌ، لاَ يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: لاَ يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الأَرْحَامُ إِلَّا اللَّهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللَّهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي المَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ، وَلاَ تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَّا اللَّهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللَّهُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو القُوَّةِ المَتِينُ} [الذاريات: 58])

ترجمہ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں' جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر میں کیا ہے' اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا' اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ کوئی مرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔

تشریح : سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ تھا مگر جو بات اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیتا وہ معلوم ہو جاتی۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نقل کیا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو ابن صلیت کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے تئیں پیغمبر کہتے ہیں اور آسمان کے حالات تم سے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو اپنی اونٹنی کی خبر نہیں وہ کہاں ہے؟ یہ بات آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے اور تو قسم اللہ کی وہی بات جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلائی اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلا دیا وہ اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے' ایک درخت پر اٹکی ہوئی ہے' آخر صحابہ گئے اور اس کو لے کر آئے۔

92. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «**مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ**»: **{لاَ تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ} [الأنعام: 103]**، «**وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ**»: **لاَ يَعْلَمُ الغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو القُوَّةِ المَتِينُ} [الذاريات: 58])

ترجمہ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اگر تم سے کوئی یہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو وہ غلط کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں خود کہتا ہے کہ نظریں اس کو دیکھ نہیں سکتیں اور جو کوئی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو غلط کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود کہتا ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں۔

تشریح : جو غالی لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں اور از خود ایک غلط عقیدہ گھڑتے ہیں۔ لوگوں کو ایسے خناس لوگوں سے دور رہ کر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنی چاہئیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی غائبانہ خبر دی ہیں وہ سب وحی الہٰی سے ہیں۔ ان کو غیب کہنا لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

فوائد ومسائل: علم غیب کا دعویٰ کرنا جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

93. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " **يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ} [آل عمران: 28]. و مسلم في كتابِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَابُ الْحَثِّ عَلَى ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى)

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آجاتا ہوں۔

تشریح : میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے گا میں اسی طرح اس سے پیش آؤں گا۔ اگر یہ گمان رکھے گا کہ میں اس کے قصور معاف کردوں گا تو ایسا ہی ہوگا۔ اگر یہ گمان رکھے گا کہ میں اس کو عذاب کروں گا تو ایسا ہی ہوگا۔

فوائد ومسائل:

1- حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امید کا پہلو بندے میں غالب ہونا چاہئے اور پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہئے۔

2- اگر گناہ بہت ہیں تو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ غفور الرحیم ہے۔

3- اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ إن الله يغفر الذنوب جميعاً إنه هو الغفور الرحيم۔ (الزمر: 53)

4- اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔

5- اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہئے۔

94. عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى القَمَرِ لَيْلَةً - يَعْنِي البَدْرَ - فَقَالَ: **«إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا» ثُمَّ قَرَأَ: {وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الغُرُوبِ} [ق: 39]، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: «افْعَلُوا لاَ تَفُوتَنَّكُمْ»** (رواه البخاري في كِتَابِ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ، بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ العَصْرِ. و مسلم في كِتَابِ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ، بَابُ فَضْلِ صَلَاتَيِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا)

ترجمہ : سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ” پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔ “ اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔

فوائد و مسائل:

1- نیک انسان اپنے رب کو واضح طور پر دیکھ پائے گا۔

2- جس طرح چاند کو حقیقی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اسی طرح رب کریم کو بھی مؤمنین حقیقی طور پر دیکھیں گے۔

95. عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ، فَقَالَ: " **أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ لاَ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلاَ تَسْرِقُوا، وَلاَ تَزْنُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ، وَلاَ تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلاَ تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخِذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا، فَهُوَ لَهُ كَفَّارَةٌ وَطَهُورٌ، وَمَنْ سَتَرَهُ اللَّهُ، فَذَلِكَ إِلَى اللَّهِ: إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ فِي المَشِيئَةِ وَالإِرَادَةِ: {وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ})

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جماعت کے ساتھ بیعت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤگے، اسراف نہیں کروگے، زنا نہیں کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگے اور من گھڑت بہتان کسی پر نہیں لگاؤگے اور نیک کاموں میں میری نافرمانی نہیں کروگے۔ پس تم میں سے جو کوئی اس عہد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جس نے کہیں لغزش کی اور اسے دنیا میں ہی پکڑ لیا گیا تو یہ حد اس کے لیے کفارہ اور پاکی بن جائے گی اور جس کی اللہ نے پردہ پوشی کی تو پھر اللہ پر ہے جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے اس کا گناہ بخش دے۔

لغوی تشریح: رہط: ایسی جماعت جس کی تعداد دس سے کم ہو۔

بیعت کی تعریف: ابن خلدون نے بیعت کی تعریف یوں کی: بیعت ایک قسم کا عہد و پیمان ہے، بیعت کرنے والا بیعت کرکے نہ صرف اپنے کاموں بلکہ مسلمانوں کے تمام کاموں میں اپنے امیر کی بالادستی تسلیم کرتا ہے اور یہ بھی کہ اس کی بات کے خلاف نہیں کرے گا اور اسے جو حکم ملے گا بجالائے گا۔

اسراف کا معنی: کسی دینی یا دنیاوی قابل ذکر فائدے کے بغیر مال کو تباہ و برباد کرنا اور بے جا خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔

تشریح: حدیث مشیت الٰہی پر دال ہے اور باب سے یہی تعلق ہے۔

فوائد و مسائل: شرک، زنا، قتل اولاد، بہتان بڑے گناہوں میں سے ہے۔

96. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " **إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّ فُلاَنًا فَأَحِبَّهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي جِبْرِيلُ فِي السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّ فُلاَنًا فَأَحِبُّوهُ،**

فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، وَيُوضَعُ لَهُ القَبُولُ فِي أَهْلِ الأَرْضِ "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ كَلاَمِ الرَّبِّ مَعَ جِبْرِيلَ، وَنِدَاءِ اللَّهِ المَلاَئِكَةَ)

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس طرح روئے زمین میں بھی اسے مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

تشریح : اس کی تعظیم اور محبت سب کے دلوں میں سما جاتی ہے۔ یہ خالصاً موحدین سنت نبوی کے تابعدار کا ذکر ہے ان ہی کو دوسرے لفظوں میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے نہ کہ فساق فجار بدعتی لوگ وہ تو اللہ اور رسول کے دشمن ہیں۔

فوائد و مسائل: اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہوتی ہے۔

97. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " **يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ العَصْرِ وَصَلاَةِ الفَجْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ كَلاَمِ الرَّبِّ مَعَ جِبْرِيلَ، وَنِدَاءِ اللَّهِ المَلاَئِكَةَ. و مسلم في كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ، في بَابِ فَضْلِ صَلَاتَيِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا)

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور عصر اور فجر کی نمازوں میں دو وقت کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ فرشتے اوپر جاتے ہیں جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ بندوں کے احوال کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح : فرشتوں کا یہ جواب ان ہی نیک بندوں کے لیے ہوگا جو نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے نماز کو پابندی کے ساتھ ادا ہی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں فرشتے ان کے بارے میں کیا کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین ہی ہیں۔ جو آدمی کی حفاظت کرتے ہیں، صبح و شام ان کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ قرطبی نے کہا یہ دو فرشتے ہیں اور پروردگار جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا ان سے پوچھنا ان کے قائل کرنے کے لیے ہے جو انھوں نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ آدم زاد زمین میں خون اور فساد پیدا کریں گے۔

اسی طرح اس حدیث میں مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فرشتوں کا وجود ثابت کرنا ہے۔ جن پر ایمان لانا ارکان ایمان سے ہے۔ فرشتوں میں حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام زیادہ مشہور ہیں۔ باقی ان کی تعداد اتنی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فوائد ومسائل: نیکی وبدی لکھنے والے فرشتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

98. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " **يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ، وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ المِسْكِ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلاَمَ اللَّهِ} [الفتح: 15])

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ بندہ اپنی شہوت، کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملتا ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک عنبر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

تشریح : روزہ سے متعلق یہ حدیث کلام الٰہی کے طور پر وارد ہوئی ہے۔ یعنی اللہ نے خود ایسا ایسا فرمایا ہے۔ یہ اس کا کلام ہے جو قرآن کے علاوہ ہے۔ اس سے بھی کلام الٰہی ثابت ہوا اور معتزلہ جمیہ کا رد جو اللہ کے کلام کرنے کے منکر ہیں۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث کو اللہ کا کلام فرمایا۔

فوائد ومسائل:

1- ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کلام کرتا ہے۔

2- یہ حدیث قدسی ہے۔

99. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " **يَقُولُ اللَّهُ: إِذَا أَرَادَ عَبْدِي أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً، فَلاَ تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ حَتَّى يَعْمَلَهَا، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا بِمِثْلِهَا، وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِي فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلاَمَ اللَّهِ} [الفتح: 15])

ترجمہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو یہاں تک کہ اسے کرلے۔ جب اس کو کرلے پھر اسے اس کے برابر لکھو اور اگر اس برائی کو میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنی چاہے تو اس کے لیے ارادہ ہی پر ایک نیکی اس کے لیے لکھو، اور اگر نیکی کا کام کرلے تو اس کے لئے دس گنا سے سات سو گنا نیکی لکھ لو۔

فوائد ومسائل: اللہ تعالیٰ کی مہربانی بندوں پر ثابت ہوتی ہے۔

تشریح: اس سے بھی اللہ کا کلام کرنا ثابت ہوا کہ وہ قرآن کے علاوہ بھی کلام نازل کرتا ہے۔ جیسا کہ ان جملہ احادیث میں موجود ہے۔

100. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " **لاَ تَحَاسُدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ القُرْآنَ، فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، يَقُولُ: لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هَذَا لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا يُنْفِقُهُ فِي حَقِّهِ فَيَقُولُ: لَوْ أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ لَفَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ** "(رواه البخاري في كِتَابِ التَّمَنِّي، بَابُ تَمَنِّي القُرْآنِ وَالعِلْمِ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' رشک صرف دو شخصوں پر ہو سکتا ہے ایک وہ جسے اللہ نے قرآن دیا ہے اور وہ اسے دن رات پڑھتا رہتا ہے اور اس پر (سننے والا) کہے کہ اگر مجھے بھی اس کا ایسا ہی علم ہوتا جیسا کہ اس شخص کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا کہ یہ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو (دیکھنے والا) کہے کہ اگر مجھے بھی اتنا دیا جاتا جیسا اسے دیا گیا ہے تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا کہ یہ کر رہا ہے۔

تشریح: اچھی نیت سے نیکی کا کام کرنے کے لئے اہل علم اور اہل مال کی نعمت کی طرح خود کے لئے خواہش کی جاسکتی ہے لیکن کسی کو ملی ہوئی نعمت کم ہونے یا ہلاک ہونے کی تمنا نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

فوائد و مسائل: ثابت ہوتا ہے کہ اچھے ارادے سے کسی کی طرح صاحب علم اور صاحبِ دولت بننے کی تمنا کرنا جائز ہے۔